

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا کا ترجمان

مجلدیں
مولانا محمد الیاس گھمن

فقیہ
سرگودھا
ماہنامہ

شمارہ نمبر 1

جنوری 2015

جلد نمبر 4

علماء اجتماع

نبی اکرم ﷺ کی شخصیت تاج

کی مختصر روداد

مروجہ حلالوں
پر مسح کا شرعی حکم

سود
سماج دشمن نظام

حکمت و عزیمت کا سنگم

جرنیل جمیعت علامہ

ڈاکٹر خالد محمود سومرو شہید رحمۃ اللہ علیہ

کی ہمہ جہتی پر مہدی را علی کے قلم سے دلوں کو جھنجھوڑتی ایک تحریر

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

www.ahnafmedia.com

ناشر

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کا ترجمان

فقیہ
سرگودھا
ماہنامہ

شمارہ نمبر 1

جنوری 2015

جلد نمبر 4

معاون مدیر

مولانا
محمد کلیم اللہ حنفی

مدیر

مولانا
محمد الباسم گھمن

خط و کتابت کا پتہ

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک

35 ڈالر سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک

25 ڈالر سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر سالانہ

دفتر رسائل و جرائد
مرکز اہل السنۃ والجماعت
87 جنوبی سرگودھا

mag@ahnafmedia.com

آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے

www.ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ 300 روپے
زرتعاون

سرکولیشن منیجر

0332-6311808

صبح 8 تا 4 بجے شام

WhatsAap

+923062251253

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

فہرست

- 3 ----- حکمت و عزیمت کا سنگم
- اداریہ
- 5 ----- مروجہ جرابوں پر مسح کا شرعی حکم
- مولانا محمد اشفاق ندیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ
- 7 ----- علماء اجتماع کی مختصر روداد
- مولانا محمد کلیم اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ
- 12 ----- قیام امن کے داعی کی مظلومانہ شہادت
- محمد جہان یعقوب ، کراچی
- 19 ----- سود..... سماج دشمن نظام
- مولانا قاضی محمد اسرار نیل گڑنگی
- 24 ----- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت تاجر
- مفتی محمد راشد ڈسکوی رحمۃ اللہ علیہ
- 41 ----- امام ابراہیم بن یزید النخعی رحمہ اللہ (2)
- مولانا محمد عاطف معاویہ رحمۃ اللہ علیہ
- 42 ----- امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ
- مفتی شبیر احمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ
- 61 ----- نتیجہ سہ ماہی امتحان 1436ھ

حکمت و عزیمت کا سنگم

کھ..... ادارہ

شہادت کی نعمت سے خدا اسے سرفراز فرماتا ہے جو اسے محبوب ہو، ہمیں ان کی شہادت پر مسرت بھی ہے اور فخر بھی۔ کیونکہ ہم زندہ جاوید کا ماتم جو نہیں کرتے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہ لیا جائے کہ اعداء اسلام کے دین دشمن عزائم کو ہم یونہی کھلے عام پنپنے دیں گے۔ اس نے بے وفائندگانی کے جن جاں گسل مراحل کو خندہ پیشانی اور حکمت عملی سے تدریجاً طے کیا یقین مانے وہاں بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ تو شیر دل جرنیل، حکمت و عزیمت کا سنگم، مدبر اور معاملہ فہم سیاست دان، ہمدرد اور مشفق قائد، محسن و مربی والد اور استاد، نرم خوا اور ہنس مکھ دوست، بے بدل خطیب اور حق گو عالم دین، جرات و شجاعت کا ہمالیہ..... الغرض وراثت نبوت کا حقیقی علمبردار اور تعلیمات پیغمبری کی جیتی جاگتی عملی تصویر ڈاکٹر علامہ خالد محمود سومر و شہید تھا۔ جس نے اپنی زندگانی، اپنی اولاد اور اپنا مال سب کچھ خدا کے دین کی سربلندی، علوم نبوت کی اشاعت و فروغ اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ خود اپنے لہو سے گلشن اسلام کو یوں سینچا کہ ان کاخوں میں تربتِ راشا ان کے اخلاص کی دلیل کے طور پر نظر آرہا ہے۔ زندگی کی چند بہاریں دیکھ کر اب جنت کی ابدی بہاریں دیکھنے کے لیے اجل کے عازم سفر ہو گئے ہیں۔

راقم کا ان سے برادرانہ تعلق تھا۔ ان سے ملاقات، مشاورت اور باہمی محبتیں سب کچھ لکھنے کا یہاں لکھنے کا یارا نہیں۔ شہادت سے چند روز قبل ان کی علمی آماجگاہ میں میرا بیان تھا اپنے بیٹوں کو جمع کر کے مجھے فرمانے لگے: ”یہ میرے بیٹے آج کے بعد

تیرے بیٹے ہیں۔“ میں نے اس کو مروت ہی سمجھا..... لیکن..... وہ کچھ اور کہہ رہے تھے میں ان کے الفاظ کو تو سمجھ پایا ان میں چھپے معانی میری کوتاہ نظری سے دور تھے۔

اب جب ان کے محبت بھرے الفاظ میری سماعتوں سے ٹکراتے ہیں تو ذہن میں صدائے بازگشت بن کر میری زبان پر نوائے حزیں کی صورت دھار لیتے ہیں۔

آنکھیں پر غم سے اور دل غم کی وادی میں بھٹک جاتا ہے۔ میرے ادارے مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں بھی ازراہ محبت قدم رنجا فرمایا، راقم نے مرکز کے شعبہ جات کا تعارف کرایا تو اپنی مستجاب دعاؤں سے خوب خوب نوازا۔ میری ان سے گھنٹوں تنہائی کی ملاقاتیں ہوئیں، میں ان کے اسلام، ملک اور مسلک اہل السنۃ والجماعت کے لیے احساس، درد اور کڑھن سے بخوبی واقف ہوں۔ وہ اسلام کی مزید خدمت کرنا چاہتے تھے، وہ ملک میں قیام امن کے لیے فعال اور موثر کردار ادا کر رہے تھے، وہ مسلک اہل السنۃ والجماعت کی علمی اور سیاسی مضبوطی کے خواہاں تھے۔ وہ جمعیت علماء اسلام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے، قائد جمعیت کے دست راست اور ان کے جانثار ساتھی تھے، انہوں نے جمعیت کے پلیٹ فارم پر 26 سال تک اپنی خداداد صلاحیتوں کا عملی مظاہرہ کیا۔ وہ پرامن لیڈر اور کارکنوں کے قلوب و اذہان میں بستے تھے۔ لوگ تو ان کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ ”وہ آج ہم میں نہیں رہے“ لیکن میرے ضمیر اور وجدان کے لبوں سے کان لگائیں گے تو آپ کو یہی سنائی دے گا کہ وہ ”آج بھی ہم میں ہیں“ اللہ کریم ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائے، ان کی قبر کو جنت کی معطر ہواؤں سے مہکائے رکھے۔ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور جرنیل کے تمام اوصاف جمیلہ کا آئینہ دار بھی تاکہ اسلام اور وطن دوستی کا یہ سلسلہ جاری و ساری رہے۔

مروجہ جرابوں پر مسح کا شرعی حکم

بھ..... مولانا محمد اشفاق ندیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ

موسم سرما کی آمد آمد ہے، سورج کی تمازت ٹھنڈی پڑ گئی ہے، راتیں لمبی ہو چکی ہیں اور مساجد کی آبادی دھیرے دھیرے ماند پڑنے لگی ہے۔ موسم سرما اور سستی دونوں کو کچھ آپس میں مناسبت بھی ہے۔ اس لیے شارع علیہ السلام نے اس موسم میں وضو کو اچھے طریقے سے کرنے کی تاکید فرماتے ہوئے کہا اسباغ الوضوء علی المکارہ۔۔ یعنی اعضا وضو کو خوب اچھی طرح مل مل کے دھویا جائے۔

انسان کی اس طبعی سستی کا علاج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے بہت پہلے تجویز فرما دیا تھا۔ لیکن چند لوگ پھر بھی اپنی کاہلی اور سستی کو بدلنے کے لیے تیار نہیں، بلکہ وہ اعضا وضو میں سے بعض اعضا کو دھونے کی بجائے ان پر مسح کرنے لگے ہیں اور یوں اپنی سستی کی وجہ سے اپنی نمازیں ضائع کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اونی سوتی باریک جرابوں پر بھی مسح کرتے ہیں جس کی وجہ سے جب ان کا وضو بھی نہیں ہوتا تو نماز کیسے ہوگی۔ بلکہ جب ایسا شخص مصلیٰ امامت پر آئے گا تو جہاں اس کی اپنی نماز نہیں ہوگی وہاں ان کے پیچھے مقتدیوں کی نماز کہاں ہوگی۔

اس لیے اس مسئلے کو نہایت سنجیدگی سے لینے کی ضرورت ہے، خود بھی جرابوں پر مسح کرنے سے بچیں اور اپنے امام کو بھی اس کی تلقین کریں۔ ہاں شریعت نے موزوں پر مسح کرنے کا اس کا متبادل نظام ہمیں عطا کیا ہے۔ اس سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اب چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں جن سے یہ ثابت ہو گا کہ باریک اونی اور سوتی جرابوں پر مسح نہیں کیا جاسکتا بلکہ جن جرابوں پر مسح کرنے کا تذکرہ ملتا

ہے آج کل وہ جرابیں ہی دستیاب نہیں۔

فقہ حنفی: لا يجوز المسح على الجوارب الرقيق من غزل او شعر بلا خلاف۔

(البحر الرائق ج 2 ص 209)

سوت اور بالوں کی باریک جرابوں پر بغیر کسی اختلاف کے مسح کرنا جائز نہیں

فقہ شافعی: وان لبس جورباً جاز المسح عليه بشرطين احدهما ان يكون صفيقاً

لا يشف والثاني ان يكون منعلاً فان اخلت هذا احد الشرطين لم يجز المسح عليه

(المجموع شرح المہذب ج 2 ص 414)

ایسی جرابیں جن میں درج ذیل دو شرطیں پائی جائیں ان پر مسح جائز ہے ورنہ

جائز نہیں۔ نمبر 1: سخت اور اتنی موٹی ہوں کہ پانی کو (فوراً) جذب نہ کریں۔

نمبر 2: منعل ہو یعنی جس کے نیچے چمڑا لگا ہوا ہو۔

فقہ مالکی: ومسح الخف في الجواز والجوارب وهو ما كان من قطن او كتان او صوف

كسبي ظاهرة بالجلد فان لم يجلد فلا يصح المسح عليه۔

(الخلاصة الفقيه ج 1 ص 37)

روئی، اسی اور اون کی مجلد (یعنی جس کے اوپر نیچے چمڑا لگا ہوا ہو) جراب

مسح کے جواز میں موزے کی طرح ہے۔ اگر مجلد نہ ہو تو اس پر مسح کرنا جائز نہیں۔

فقہ حنبلی: يجوز المسح عليهما اذا ثبت بنفسه وامكن متابعة المشي فيه والا فلا۔

(الروض المربع شرح زاد المستقنع ج 1 ص 30)

جرابوں پر مسح صرف اس صورت میں جائز ہے جس میں درج ذیل دو

شرطیں ہوں۔ نمبر 1: بغیر باندھنے کے ٹھہری رہیں۔

نمبر 2: ان میں (بغیر جوتی کے) مسلسل چلنا ممکن بھی ہو۔ ورنہ مسح کرنا جائز نہیں۔

علماء اجتماع کی مختصر روداد

عکاسی..... مولانا محمد کلیم اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ

قرآن، سنت اور فقہ کی اشاعت و تحفظ کے عالمی ادارے مرکز اہل سنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا میں 7 دسمبر اتوار کے روز صبح 9:00 بجے تیسرے سالانہ علماء اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ تلاوت کلام اللہ سے اس مبارک محفل کا آغاز ہوا اور ہدیہ نعت و منقبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علماء کے تربیتی بیانات کا باضابطہ سلسلہ شروع ہو گیا۔

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن امیر عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت نے علماء اجتماع کے شرکاء کا شکریہ ادا کرتے بہت قیمتی باتیں ارشاد فرمائیں۔ جن کا مختصر خلاصہ پیش خدمت ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کو دنیوی اور اخروی کامیابی کا راستہ بتانے والے بالترتیب چار طبقات ہیں: خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور فقہاء کرام اور اولیاء امت۔ علماء کرام کا شمار اسی آخری طبقے میں ہوتا ہے۔

☆ علماء؛ نبوت کے پورے دین کے وارث ہیں، عالمگیر نبی کے عالمگیر وارث ہیں ہماری محنت کا میدان محض اپنی مسجد اپنے مقتدی اپنا محلہ اپنا شہر اپنا علاقہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہم سارے عالم کی فکر کریں، ہدایت کی طرف لائیں۔ ضلالت و گمراہی سے بچائیں۔

☆ علماء کرام کو اپنی حیثیت کا خیال کرنا چاہیے، کیونکہ یہی طبقہ اس امت مرحومہ کا اثاثہ اور سرمایہ ہے۔ چونکہ علماء؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں اس

لیے لگے بندھے عنوانات کی بجائے پورے دین کی بات کرنی چاہیے۔

☆ قرب قیامت ہے اور فتنوں کی بھرمار ہے اس لیے علماء کرام کو وقت کی نزاکت جان کر جہاں عالمی ایشوز پر دینی نمائندگی کرنی چاہیے وہاں پر چھوٹے اور داخلی فتنوں سے بے خبر نہیں ہونا چاہیے۔ اس بارے میں ہمیں اسلام کے پہلے برحق خلیفہ راشد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزاج کو سمجھنا چاہیے۔ جہاں وہ مرتدین اور یہود و نصاریٰ سے نبرد آزما رہے وہاں پر انہوں نے فتنہ مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی بھی کی ہے۔

☆ انسان خطا و نسیان کا مرکب ہے، ہمارا عقیدہ انبیاء کرام کے بارے میں یہ ہے اللہ تعالیٰ گناہوں کو ان کے قریب بھی نہیں جانے دیتے اس لیے وہ معصوم طبقہ ہے، صحابہ کرام سے گناہ ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے نامہ اعمال میں گناہوں کو رہنے نہیں دیتے اس لیے وہ محفوظ ہیں۔ باقی رہا علماء کا طبقہ تو ان سے گناہ ہوتے ہیں نہ تو یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم ہیں اور نہ ہی یہ صحابہ کرام کی طرح محفوظ ہیں۔

☆ دنیا بھر میں دینی اور مسلکی کام کرنے کے لیے مزاج نبوت سے واقفیت بہت ضروری ہے۔ اللہ کے نبی نے بدعتیہ لوگوں سے نفرت کا اظہار کر کے ان کو اپنی صفوں سے دور رکھا ہے۔ خواہ وہ منافق ہوں، مشرکین ہوں، یہود و نصاریٰ ہوں یا کوئی اور۔ لیکن کسی بھی بد عمل کو اپنی صفوں سے نہیں نکالا، ہاں سزا تو دی ہے لیکن پھر بھی سینے سے لگایا ہے۔ آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اس مزاج پیغمبری سے دور ہوتے جا رہے ہیں، بدعتیہ کو سینے سے لگایا جا رہا ہے اور بد عمل کو صفوں سے نکالا جا رہا ہے۔ ہمیں اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہو گا۔ چونکہ زمانہ نبوت

سے ہم بہت دور ہیں اس لیے باہمی کمی کوتاہیوں کو نظر انداز کرنا اور ان کو برداشت کرنے کی عادت بنانی چاہیے۔

☆ مسلکی کام کرنے والے علماء کرام کے لیے دو چیزیں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ پہلا اکابر کا مسلک اور دوسرا اکابر کا مزاج۔ جب تک دونوں سے واقفیت اور مکمل آگاہی نہیں ہوگی اس وقت تک محنت رنگ نہیں لاسکتی۔ اس حوالے سے بطور خاص ہمیں چار شخصیات کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی۔ ان لوگوں نے صبح و شام فہم و بصیرت، فراست و ذکاوت، حکمت عملی اور عزیمت؛ وقت کے تقاضوں کے مطابق اسلام کی اشاعت اور تحفظ کے لیے قابل قدر محنت کی ہے اور امت کے سامنے اسلام کی صحیح صورت پیش کی۔

☆ فروعی مسائل میں اختلاف کی صورت میں ہم ائمہ اربعہ کے اجتہادی فیصلوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اجتہاد میں اگر مجتہد خطا پر بھی ہو تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے اجر اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہاں جو لوگ نہ تو اجتہادی صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ ہی ان میں بات سمجھنے کی اہلیت ہے ہماری تحقیق کے مطابق یہی لوگ فتنہ و فساد کے موجب ہیں۔

☆ ہم افراط و تفریط کے مابین حد اعتدال پر گامزن ہیں۔

☆ ہم اپنی کسی جماعت کا کارکن توڑ کر اپنے ساتھ نہیں ملاتے ساری جماعتیں ہماری اپنی ہیں جو شخص کسی بھی ہماری جماعت سے وابستہ ہے اور مسلکی کام کر رہا ہے یا کرنے کا جذبہ رکھتا ہے ہماری ساری ہمدردیاں اس کے ساتھ ہیں۔

☆ ہم اپنے عقائد و نظریات اور مسائل کی مسلسل مثبت اور معتدل انداز میں محنت

کر رہے ہیں اور تادم زیست کرتے رہیں گے اگر کسی باطل نے ضد اور عناد کی بنیاد پر ہمارے راستے میں روٹے اٹکانے کی کوشش کی تو علمی میدان میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا بھرپور جواب دینے کی توفیق بخشی ہوئی ہے۔

اپنی پالیسی بیان کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ

☆ عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ خالصۃ علمی و تحقیقی کام کرے گی۔

☆ عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ؛ غیر سیاسی و غیر عسکری طرز پر کام کرے گی۔

☆ عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ تشدد (گالی اور گولی) کی بجائے تشدد (قوت دلیل سے غلط عقائد و مسائل سے روکنا) اور تعصب (ضد و عناد) کی بجائے تصلب (دلائل کی بنیاد پر مسلک حق پر پختگی سے کاربند رہنے) کا راستہ اختیار کرے گی۔

☆ عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ اہل حق کے افراد، جماعتیں اور اداروں کی مخالفت کی بجائے موافقت کرے گی۔

☆ عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کے ذمہ داران و کارکنان کا اپنی جماعتی پالیسی پر اعتماد، دیگر پر تنقید سے اجتناب کرے گی۔

☆ عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ ذاتیات کی بجائے نظریات کی علمی جنگ لڑے گی۔

☆ عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کے پلیٹ فارم سے حکومت وقت کی موافقت نہ مخالفت بلکہ اکابرین کے نقش قدم پر مواظبت کرے گی۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ سیاسی امور میں جماعت از خود کوئی فیصلہ کرنے کی بجائے اکابر علماء دیوبند جمعیت علماء اسلام، وفاق المدارس وغیرہ کی پالیسی کی پابندی کرے گی)

☆ عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان کے آئین اور قانون کے دائرہ میں رہ کر کام کرے گی۔

☆ عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ؛ ہمہ وقت مناظرانہ کی بجائے واعظانہ طرز پر کام کرے گی۔

☆ عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کا ہر کارکن اپنی طرف سے امیر کے حکم پر جان و مال قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہے گا۔

مفتی عبدالواحد قریشی نے علماء اہل السنۃ والجماعت احناف دیوبند کی فرق باطلہ کی تردید میں لکھی گئی تصنیفی خدمات کا تذکرہ کیا، مولانا عبدالقدوس گجر نے اکابر دیوبند کے مسلکی مزاج کو موضوع سخن بنایا، مولانا محمد اکرم طوفانی نے فتنہ مرزائیت کی بیخ کنی کرنے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ یہ فتنہ محض مذہبی فتنہ نہیں بلکہ ملک دشمن فتنہ ہے۔ مفتی شبیر احمد حقانی نے مرکز اہل السنۃ کی علمی خدمات اور دنیا بھر میں اس کے محنت کے اثرات کا تذکرہ فرمایا اور چند چیدہ چیدہ کارگزاریاں علماء کے سامنے پیش کیں۔

اس محفل کے مہمان خصوصی مفتی حامد حسن رئیس دارالافتاء دارالعلوم عید گاہ کبیر والائے علماء سے تعلق مع اللہ اور استغنائیت پر بیان کرتے ہوئے کہا کہ استعداد اور استغناء یہ عالم کی نمایاں صفات ہوتی ہیں۔

اجتماع کی آخری نشست میں سابقہ سال 2013 میں مرکز اہل السنۃ والجماعت کے درجہ تخصص فی التحقیق والدعوہ کے فضلاء کرام کی دستار بندی کی گئی اور کتابوں کا ہدیہ بھی پیش کیا گیا۔ آخر میں استاذ العلماء مولانا عبدالجبار چوکیروی کی پرسوز دعا سے اجتماع بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ شرکاء اجتماع علماء کرام کے تاثرات خوب حوصلہ افزا تھے۔ اللہ کریم اس اجتماع کو عالم انسانیت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور اس کی بدولت ضلالت و گمراہی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قیام امن کے داعی کی مظلومانہ شہادت

محمد جہان یعقوب، کراچی

دن بہ دن تنہائی کا احساس شدید سے شدید تر ہوتا جاتا ہے، علمائے کرام جن کی اس قحط الرجال کے دور میں ضرورت ماضی سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے، ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے ہیں، کچھ اپنی طبعی موت تو کچھ لیلائے شہادت سے ہم آغوش ہو کر ہمیں داغ مفارقت دیتے جا رہے ہیں۔ ابھی جامع سیاست و طریقت حضرت مولانا میاں سراج احمد دین پوری کے مرقد کی مٹی بھی نہیں سوکھی، کہ ایک اور ہیرا، ہم سے چھین لیا گیا۔ ایک اور نابغہ روزگار ہستی، ایک اور حق گو عالم دین، ایک اور خطیب بے بدل، ایک اور اصول پسند سیاست دان، جس کے قدم سیاست کی پر خار وادی میں بھی کسی لمحے ڈمگائے نہیں۔ سابق سینیٹر اور جمعیت علمائے اسلام (ف) کے صوبائی جنرل سیکریٹری حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومر و سکھر جامعہ حقانیہ میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ نامعلوم مسلح ملزمان نے ان پر اندھا دھند فائرنگ کر دی، ڈاکٹر صاحب کو اسپتال منتقل کیا جا رہا تھا کہ وہ راستے میں ہی دم توڑ گئے۔

ڈاکٹر خالد محمود سومر کا تعلق لاڑکانہ سے تھا اور وہ 26 سال تک جے یو آئی (ف) کے سیکرٹری جنرل رہے، 2006 میں سینیٹر منتخب ہوئے اور مختلف کمیٹیوں کے چیئرمین رہے۔ ڈاکٹر خالد محمود پر پہلے بھی 5 مرتبہ قاتلانہ حملہ ہو چکا تھا جب کہ کچھ عرصے قبل بھی ان پر رٹو ڈیرو میں بھی ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔ سندھ کی سیاست میں ان کا اہم کردار رہا ہے اور جے یو آئی (ف) کے سندھ میں جلسوں کے تمام تر انتظامات ڈاکٹر خالد محمود سومر وہی کیا کرتے تھے۔

کاش! سفاک قاتلوں کو معلوم ہوتا ڈاکٹر خالد محمود سومر و کتنے اہم انسان تھے۔ وہ محض ایک عالم دین اور ایک مذہبی سیاسی جماعت کے صوبائی راہ نمائی نہیں، بلکہ انتہائی لائق، فائق، اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص تھے۔ ان کا انتخاب رب لم یزل نے جس عظیم کام کے لیے کر رکھا تھا، ان کے تعلیمی پس منظر کو دیکھ کر ایسا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ تھے تو ایک عالم دین کے صاحب زادے اور ایک دینی و مذہبی پس منظر رکھنے والے خاندان کے چشم و چراغ، لیکن انہوں نے عصری تعلیم حاصل کی تھی اور لاڑکانہ سے MBBS (R.M.P) - CMC کی ڈگری حاصل کی اور لاڑکانہ ہی میں ہاؤس جاب سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔

گویا وہ چلے تو تھے لوگوں کی جسمانی بیماریوں کا علاج کرنے کے لیے، مگر سبحان! تیری قدرت... تیرے ہاں اس ڈاکٹر کے لیے کسی اور کام کا انتخاب ہو چکا تھا کہ جسمانی معالج و فزیشن تو بہت ہیں، ضرورت ہے ایک نباض امت کی، جو سیاست کی پر خار وادی میں قدم رکھے اور قوم و ملت کو اندرونی و بیرونی دشمنوں کی طرف سے لگائے جانے والے روحانی امراض سے محفوظ رکھنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

سواس فزیشن نے سیاست کی وادی پر خار میں قدم رکھا، ساتھ ہی سندھ یونیورسٹی جام شورو سے اسلامک کلچر میں ماسٹر ڈگری بھی حاصل کی، اس کے ساتھ ساتھ آپ نے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اور جامعہ ازہر مصر سے کورسز بھی کر رکھے تھے۔ سیاست کے میدان میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا اور اس کے لیے جمعیت علمائے اسلام کا پلیٹ فارم چنا، جس کے ناظم عمومی برائے صوبہ سندھ کے طور پر آپ نے 26 سال تک خدمات انجام دیں۔ یہ آپ کی خدمات کا اعتراف ہی تھا کہ اتنے طویل عرصے تک اس منصب کے لیے آپ ہی

کا انتخاب کیا جاتا رہا۔ اس کے علاوہ آپ کی حیثیت وقت کی نبض پر ہاتھ رکھنے والے بیدار مغرور راہ نما کی تھی۔ آپ کا شمار ان گنے چنے سیاست دانوں میں ہوتا تھا، جن کی رائے کو خصوصی اہمیت دی جاتی تھی۔ آپ 2006ء سے 2012ء تک سینیٹ آف پاکستان کے رکن اور مختلف اسٹینڈنگ کمیٹیوں میں بھی شامل رہے۔

ان کی پہچان صرف ایک سیاست دان کی نہیں تھی، بل کہ وہ ایک اسلامی اسکالر کے طور پر پہچانے جاتے تھے اور دنیا بھر میں آپ کو لیکچر دینے کے لیے مدعو کیا جاتا تھا۔ آپ نے ہر فورم پر اسلام کے آفاقی پیغام کو ہر مرض کی دوا کے طور پر پیش کیا، اس کا اندازہ اقوام متحدہ کے زیر اہتمام انسانی حقوق کے حوالے سے - اور نومبر کو جینوا (سوئزرلینڈ) میں منعقدہ بین الاقوامی سیمینار میں سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو کی تقریر کے ان کلمات سے بہ خوبی ہو سکتا ہے، ملاحظہ فرمائیے!

"اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی ہے اور ہمارا ملک پاکستان دہشت گردوں کے نشانے پر ہے، ہم عرصہ سے دہشت گردوں کا شکار بنے ہوئے ہیں، پاکستان میں دہشت گردی کی وجہ سے بہت سارے نقصانات ہوئے ہیں۔ ہم دہشت گردی کی بھرپور مذمت کرتے ہیں جہاں پر بھی کوئی دہشت گردی ہوئی ہے ہم نے اس کی مذمت کی ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ دہشت گردی کی تعریف مقرر کرنی چاہئے کہ دہشت گردی کیا ہے؟ کیونکہ ابھی تک یہ واضح نہیں ہے کہ آپ کس کو دہشت گرد کہہ رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کی قراردادوں میں بھی یہ وضاحت موجود ہے کہ اگر کوئی ملک کسی دوسرے ملک پر جبری قبضہ کرنے کی کوشش کرے تو اس علاقہ کے لوگوں کو اپنی دھرتی اور اپنے ملک کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک دہشت گردی کے بنیادی اسباب ختم نہیں

ہوں گے، تب تک دہشت گردی سے جان نہیں چھوٹے گی۔ میرے خیال کے مطابق طاقت کا ناجائز استعمال، کسی بھی ملک پر ناجائز قبضہ، لوگوں کو زبردستی اپنا غلام بنانے کی کوشش، سیاسی اور سماجی نا انصافی، دہشت گردی کے بنیادی اسباب ہیں ان چیزوں کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ میرے خیال کے مطابق دہشت گردی کے عمل کو کسی بھی مذہب یا قوم کے ساتھ منسلک کرنا درست نہیں ہے۔ اسلام لفظ کے معنی ہیں: سلامتی۔ اور ایمان لفظ کے معنی ہیں: امن یہی سبب ہے کہ ہم مسلمان امن اور سلامتی کی بات کرتے ہیں کیونکہ ہمارا دین ہمیں امن اور سلامتی کا درس دیتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ دنیا بھر کے لوگوں کو امن اور سلامتی نصیب ہو اور تمام لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق ملیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور تمام آسمانی کتابوں میں حقوق انسانی کا تذکرہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام نبیوں نے بھی انسانی حقوق کے تحفظ کی بات کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا وہ خطبہ انسانی حقوق کے سلسلہ میں ایک اہم پیغام تھا ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر کا یہ خطبہ حقوق انسانی کا پہلا بین الاقوامی چارٹر تھا۔"

اقوام متحدہ کا نورم ہو یا مؤتمر عالم اسلامی کا اسٹیج، متحدہ مجلس عمل کا پلیٹ فارم ہو یا ملی یک جہتی کونسل کا، وفاق المدارس العربیہ کا کوئی جلسہ ہو یا جمعیت علمائے اسلام کا پروگرام، سیاسی ہوں یا غیر سیاسی اجتماعات... غرض ہر جگہ انھوں نے اسلام کے پیغام امن کا پرچار کیا، اسلام کو دہشت گردی سے زبردستی جوڑنے کی کوششوں کی مذمت کی، اسلام کا اصل چہرہ سامنے رکھا اور ملک بھر میں قیام امن کے لیے جہاں کہیں کوئی کوشش ہوئی اس کی پرزور تلبید کی۔ انہوں نے غلط کو بآنگ دہل غلط کہا اور اس میں کسی کی ملامت کی ذرہ برابر پروا نہ کی۔ انہوں نے جماعتی پالیسی کو ہمیشہ

مقدم رکھا، لیکن جماعتی پالیسی بھی کبھی ان کے پاؤں کی میڑی نہ بن سکی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے، جو زمانے کے ساتھ بدلائیں کرتے، بل کہ زمانے کو بدلنے کا ہنر جانتے ہیں، سو انہوں نے بھی دستور مے خانہ بدل ڈالا تھا۔ جب انہوں نے جینیوا کنونشن میں دختر پاکستان ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی کھل کروکالت کی اور امریکا کو انسانی حقوق پامال کرنے کا سب سے بڑا مجرم گردانا، تو انہیں "ہاتھ ہلکار کھنے" کی فہمائش کی گئی تھی، جسے وہ خاطر میں نہیں لائے تھے، کہ وہ قلندر تھے اور قلندر کی یہ صدا ہوا کرتی ہے۔

ٹھوکر سے میرا پاؤں تو زخمی ہوا مگر
راستے میں جو حائل تھا وہ کہسار ہٹ گیا

علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومر و اعلیٰ عصری تعلیم کے حامل ہونے کی وجہ سے مغرب پرست لابیوں کی نفسیات اور ان کے طریق واردات سے ہی واقف نہیں تھے، بل کہ وارث انبیاء ہونے کی وجہ سے ان کا توڑ بھی جانتے تھے۔ سیاست و ثقافت اور قوم و زبان کی آڑ میں مستقبل میں باطل جو کھیل کھیلنے والا ہوتا تھا، وہ اس کی پیشگی اطلاع ہی نہیں رکھتے تھے، بل کہ امت کو خبردار کر کے اس کے توڑ میں مصروف ہو جایا کرتے تھے۔ یہی ان کی وہ ادائے باغیانہ تھی جو دور حاضر کے طاغوت کو کھٹکتی تھی۔ یہی وہ ان کا بانگین تھا، جو عالم کفر کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ یہی وہ ان کی صدائے حریت تھی جسے دبانے کے لیے ایک عرصے سے سندھ کی قوم پرست اور وطن پرست جماعتیں کوشاں تھیں۔ انہیں قلق تھا اس بات کا، کہ یہ شخص ہمارے لوگوں کو دینی غیرت و حمیت کی جس لڑی میں پروتا جا رہا ہے، اگر یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو ہمیں اپنے پروگراموں کی چاکنگ اور کاز کی لائنگ کرنے کے لیے لوگ اسی طرح مستعار لینے پڑیں گے، جس طرح روشنیوں کے شہر میں ایک جماعت کا وطرہ رہا ہے

یاجس طرح دھرنا برانڈ سیاست دانوں نے کیا۔ سندھی نوجوانوں پر ان کے گہرے اثرات تھے۔ ان کی خطابت اور مترنم تقریریں مجھے پروہ اثر ڈالتی تھیں، کہ جو انہیں ایک بار سن لیتا، انہی کے گن گانے لگتا تھا۔

ان کا قاتل کون ہو سکتا ہے؟ افراد، شخصیات، اندرونی یا بیرونی سازش کار... اس سے قطع نظریہ بات طے ہے کہ ان کو بہ حالت نماز شہید کرنے والا کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا، زمانے کے انحطاط سے انکار نہیں، تاہم ایسی حرکت کوئی مسلمان نہیں کر سکتا اور جو کوئی ایسی حرکت کرے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ قاتل اور اس کے سرپرست خوش نہ ہوں، کہ ہم نے ایک راہ کار وڑا ہٹا دیا ہے، لہذا اس پاک دھرتی کی پشت پر وہ اپنے بیرونی آقاؤں کے مغربی تہذیب کو رائج کرنے کے منصوبے پر آزادی سے عمل پیرا ہو سکیں گے، نہیں اور ہر گز نہیں، کہ اہل حق کی تاریخ ہی قربانیوں سے عبارت ہے، شہید کا خون ہی تو ہے جس سے اس دین کی آبیاری ہوئی ہے۔ تاریخ بھی اس بات کی گواہ ہے اور بوڑھا آسمان بھی اس حقیقت پر شاہد عدل، کہ شہید اپنی جان تو دے دیتا ہے، مگر اس کی قربانی سے اس کے مشن و موقف میں کم زوری و اضمحال نہیں آیا کرتا۔

وہ قیام امن کے پر جوش مناد اور پر زور داعی تھے۔ انہوں نے کراچی آپریشن کی کھل کر حمایت کی تھی۔ وہ ان دنوں جعلی پولیس مقابلوں کے حوالے سے بڑے متفکر تھے، کہ جب قانون کے رکھوالے ہی قانون کا مذاق اڑائے جانے کا سبب بنیں گے اور محافظ ہی قاتل ٹھہریں گے، تو کسی وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں!! انہوں نے اس حوالے سے اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں بھی کی تھیں اور کوئی بڑا اسٹینڈ لینے جا رہے تھے۔

سندھ میں امن و امان کی ابتر صورت حال کے اس ماحول میں صوبائی حکومت بالکل بے بس ہے۔ زندگی کے کسی شعبے میں اس کی کارکردگی نظر نہیں آتی۔ حکومت کی ناکامی کے لئے ثبوت و شواہد یا کسی کی تصدیق و تردید کی ضرورت نہیں ہے۔ سالہا سال سے پولیس اور مجرموں کے درمیان آنکھ پھولی جارہی ہے، تو صوبائی حکومت کو اپنی شدید ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے مستعفی ہو جانا چاہئے۔

حکومت شہریوں کی جان و مال و املاک کا تحفظ نہ کر سکے، جو اس کا بنیادی فریضہ ہے تو اسے حکمرانی کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ یہ واقعہ سندھ میں بد امنی کے واقعات میں روز بروز اضافے کا واضح ثبوت ہے۔ سندھ حکومت امن کے قیام اور عوام کے تحفظ کی ذمہ داری میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر مولانا خالد محمود سومرو کی شہادت حال ہی میں تشکیل پانے والے علمائے دیوبند کے اتحاد کے لیے ٹیسٹ کیس ہے۔ ہماری دینی قیادت، اکابر علماء کرام، دانشوران قوم اور با اثر حضرات کو سوچنا چاہیے کہ اگر بات کسی ایک فرد یا ادارے کی ہوتی تو ہماری بے توجہی اور لاتعلقی کی شاید کوئی تاویل یا توجیہ ہو سکتی تھی، لیکن یہ سب مکتبہ فکر، تمام طبقات اور سارے مسلکی حلقوں کا معاملہ ہے۔ اس لئے کہ حاملین دین پر حملہ خود دین پر حملہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان حادثات و واقعات کے سدباب اور روک تھام کے لئے مشاورت سے کوئی واضح لائحہ عمل مرتب کیا جائے، تاکہ آئندہ ایسے حادثات کا اعادہ نہ ہو۔ اگر اب بھی ہم نے وقت کھو دیا اور اس طرح اپنے اکابر کے خون میں لت پت لاشے اٹھاتے رہے تو دنیاۓ اسلام اپنے ان علمی سپوتوں اور قوم کی پیشوائی و راہ نمائی کرنے والی عظیم شخصیات سے محروم ہو جائے گی، جو ملک و ملت کو خود کشی کی راہوں پر ڈالنے کے مترادف ہو گا۔

سود..... سماج دشمن نظام

مولانا قاضی محمد اسرار نیل گڑنگی

قرآن پاک میں بار بار نظر ڈالی اس کی برکات کو حاصل کیا، قرآن میں سب سے زیادہ سخت لفظ کس گناہ پر استعمال کیا گیا ہے؟ میں نے بارہا دیکھا تو نظر جا کر ایک جگہ جم گئی۔ سود کی نحوست اور گناہ پر کہ اللہ پاک نے فرمایا: سودیو! باز آ جاؤ اگر سود سے باز نہیں آتے تو اللہ اور اس کا رسول تم سے اعلان جنگ کرتا ہے۔ اور اس جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، کیا کائنات میں کوئی ایسا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ کرے۔ مختصر زندگی میں لاتعداد سود خوروں کو دیکھا اور پھر ان کا انجام بھی دیکھا اور ان کی حالت پہ ترس آیا، عروج جب زوال میں تبدیل ہو تو اللہ کی زمین تنگ ہو گئی آج ہر شخص پریشان ہے اس میں بھی سود کی نحوست پائی جاتی ہے۔ سود کے دھویں کا اثر تو ہر شخص پہ ہو رہا ہے الامار حم اللہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے لعنت بھیجی، سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، اس کے دونوں گواہوں پر، سود کے لکھنے والے پر۔

(بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص کسی اللہ والے سے دشمنی کرے میں اس سے بھی اعلان جنگ کرتا ہوں یہ مناظر بھی دنیا میں گزر گئے کہ جن لوگوں نے اللہ والوں کی توہین کی ان سے دشمنی کی ان کا مقابلہ کیا ایسے لوگوں کا انجام بھی عبرت ناک ہو پھر انبیاء علیہم السلام، اہلبیت عظام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

توپین کرنے والوں کا کیا ہو گا تاریخ بھری پڑی ہے کہ گستاخوں سے اللہ پاک نے سخت انتقام لیا اور ان کا عبرتناک انجام ہوا ہے۔

سود کے دس مفاسد

- 1: یہ ظلم ہے اور ظلم والا معاشرہ اچھا نہیں ہو سکتا۔
 - 2: یہ وہ مال ہے جو باطل طریقہ سے حاصل کیا جا رہا ہے۔
 - 3: سود خور ایک حاجت مند کی ضرورت سے ناجائز فائدہ حاصل کرتا ہے۔
 - 4: سود سے قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے۔
 - 5: معاشرے کے اندر غربت کا اصل سبب سود ہے۔
 - 6: سود کی وجہ سے اجتماعی اور انفرادی مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔
 - 7: سود کی وجہ سے ایک طبقہ اشیاء پر قابض ہو جاتا ہے۔
 - 8: عالمی طور پر سود عالمی معیشت میں لوگوں کے ذہن کے مطابق ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔
 - 9: سود کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ ناراض ہیں جب اللہ اور رسول ﷺ ناراض ہوں پھر خیر کہاں ہوگی؟
 - 10: یقیناً وطن عزیز کی جڑوں کو بھی اسی بیماری نے کمزور کر رکھا ہے۔
- انگریز جو نظام چھوڑ کر گیا تھا اسی نظام کو سجا یا ہوا ہے، کچھ نام نہاد ماہرین اس سلسلہ میں حکومت وقت کو مشورے دیتے ہیں کہ سودی نظام کے بنا ملکی نظام تباہ ہو جائے گا۔

مفتی عبدالستار رئیس الافقاء جامعہ خیر المدارس ملتان کی مایہ ناز کتاب عصر حاضر کے لیے مشعل ہدایت کتاب نہایت ہی ضروری ہے کہ جدید مسائل

اور سودی نظام کے متبادل نظام کو انہوں نے اس کتاب میں پیش کیا ہے، حضرت رحمہ اللہ کی کتاب کے صفحہ 3 پر کتنا پیارا جملہ لکھا ہے کہ الاسلام نور۔ اسلام میں روشنی ہے اسلام کے نظام میں بھی روشنی ہے اور سود میں اندھیرا ہے۔ ایک صاحب جب اقتدار میں آتے ہیں تو مسائل بہت پیدا ہوتے ہیں اس کی ایک وجہ سودی نظام کی حمایت بھی ہے۔ سود کھا کر کب سکون حاصل ہوگا، سود کھا کر کہاں عبادت کا مزہ آئے گا۔ شراب کی بوتل پہ زمزم لکھنے کی وجہ سے شراب زمزم نہیں بن سکتی اسی طرح سود کا نام منافع رکھ کر جواز پیش کرنا گٹر میں خوشبو تلاش کرنا ہے۔

حجاج جب گورنر بن کر آیا تو معلوم کیا کہ اس دیس میں کوئی انوکھا واقعہ یا شخص ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہاں دو بزرگ ہیں جب کوئی حاکم براسلوک کرتا ہے تو لوگ ان کے پاس جاتے ہیں وہ دعا کرتے ہیں تو اس کا انجام برا ہوتا ہے، اس نے کہا اچھا۔ ان دونوں کی دعوت کی۔ پہلے تو وہ انکار کرتے رہے آخر کار دعوت پہ راضی ہو گئے وہ آئے کھانا کھایا اب اس نے کہا کہ میں ان کے شر سے محفوظ ہو گیا اب ان کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ میں نے سود کی رقم سے ان کی دعوت کی ہے جس کے پیٹ میں سود چلا گیا اس کی دعا کب قبول ہوگی۔ حجاج جیسے انسان کو بھی یقین ہے کہ سود کھانے کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی۔ آج ہماری دعائیں اس وجہ سے قبول نہیں ہوتی کہ معاشرے کے اندر سودی معیشت چل رہی ہے کہاں سود عمل شیطان اور کہاں صدقہ فضل رحمان۔

درود رکھنے والے اکابر علماء اور دیندار طبقہ سے التماس ہے کہ سود کی حرمت پر کسی کا کوئی اختلاف نہیں اس گناہِ عظیم کے خلاف ایک اور نیک ہو کر جدوجہد

کریں اور اپنی اپنی آخرت بنانے کے لیے حصہ لیں سودی نظام نے معاشرہ کو تباہ و برباد کر دیا ہے برکت ختم ہو چکی، اس ظالمانہ سودی نظام کی بے رحم چکی تلے لوگ پس گئے اور ہم کب تک اس ظالمانہ نظام کا حصہ رہیں گے اکابر علماء اسلام میدان سجائیں اور متفقہ فیصلہ کریں۔

یہاں سودی نظام میں ایک نئی بات پر بھی بحث کی جاتی ہے جسے بیمہ یا انشورنس کا نام دے کر دھوکہ دیا جا رہا ہے، علماء کرام نے اس معاملہ میں مسلمانوں کی ترجمانی کرنا ہوگی اور اس لعنت سے معاشرہ کو پاک کرنا ہو گا ورنہ قیامت کے دن اس بارے میں سخت پوچھ ہوگی۔

سود بنام بیمہ :

بیمہ انگریزی لفظ انشور (insures) کا ترجمہ ہے، جس کے معنی لغت میں یقین دہانی کے ہیں چونکہ کمپنی بیمہ کرانے والے کو مستقبل کے بعض خطرات سے حفاظت اور بعض نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کرواتی ہے اس لیے اس کو انشورنس کمپنی کہتے ہیں انشورنس کے بارے میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تین اصولی اعتراضات ہیں جن کی بنا پر اسے حلال اور جائز نہیں ٹھرایا جاسکتا۔

اول: انشورنس کمپنیاں جو روپیہ پر بیمہ یا قسطوں کی شکل میں وصول کرتی ہے اس کے ایک بہت بڑے حصے کو وہ سودی کاموں میں لگا کر فائدہ حاصل کرتی ہے اور اس ناجائز کاروبار میں وہ لوگ برابر کے شریک ہیں جو اپنے آپ کو یا اپنی کسی چیز کو ان کے ہاں انشور یا بیمہ کراتے ہیں، چنانچہ محض نام بدل کر یا سود کو بونس یا منافع کا نام دے کر معاملہ کی اصلی حقیقت کو نہیں بدلا جاسکتا بلکہ وہ رُبو یعنی سود ہی ہے جو کہ اسلام کی رو سے قطعی حرام اور اکبر الکبائر ہے۔

بیمہ کی تینوں صورتوں (زندگی کا بیمہ، املاک کا بیمہ، اور ذمہ داریوں کا بیمہ) میں جو منافع یا بونس دیا جاتا ہے وہ بیع اور تجارت کے اصول پر نہیں بلکہ سود (ربو) کے طور پر دیا جاتا ہے جو کہ قطعی حرام ہے۔

دوم: موت یا حوادث یا نقصان کا علم کسی کو نہیں کہ واقع ہوں یا نہیں۔ اور ہوں گے تو کب اور کس پیمانے پر اور اس مبہم اور نامعلوم چیز پر کسی نفع کو معلق کرنا ہی قمار (جوا) ہے جس کو قرآن حکیم نے میسر سے حرام قرار دیا ہے۔ بیمہ کا مدار بھی اس نامعلوم اور مبہم نفع میں امید پر ہے جو کہ بلاشبہ قمار میں داخل ہے۔

سوم: ایک آدمی کے مر جانے کی صورت میں جو رقم ادا کی جاتی ہے اسلامی شریعت کی رو سے اس کی حیثیت مرنے والے کے ترکہ کی ہے جسے شرعی وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیے مگر یہ رقم ترکہ کی حیثیت میں تقسیم نہیں کی جاتی، اس شخص یا ان اشخاص کو مل جاتی ہے جن کے لیے پالیسی ہولڈر نے وصیت کی ہو حالانکہ وارثوں کے حق میں وصیت نہیں کی جاسکتی (لا وصیۃ للوارث کے مطابق) چنانچہ یہ تین خلاف شرع امور اور گناہ کبیرہ ہیں جو کہ تینوں قسموں کے بیموں میں موجود ہیں اس لیے بلحاظ حکم شرعی تینوں بیمے ناجائز ہیں۔

آج اولاد نا فرمان ہے تو سودی نظام کی وجہ سے کیونکہ جس بچے کے پیٹ میں سود کا ایک لقمہ بھی چلا گیا وہ کبھی جنید بغدادی نہیں بن سکتا ہم اولاد کو خود اپنے ہاتھوں سے ہی خراب کرتے ہیں ان کے لیے حلال کاروبار نہیں بلکہ حرام کو ترجیح دیتے ہیں سود سے مال بڑھتا نہیں وبال بڑھتا ہے معاشرے میں اکثر بگاڑ کا سبب سود ہی ہے اللہ پاک ہمیں حلال کی وافر روزی عطا فرمائے اور سود اور سودی نظام سے محفوظ فرمائے۔

(آمین یا رب العالمین)

نبی اکرم ﷺ بحیثیت تاجر

..... مفتی محمد راشد ڈسکوی حفظہ اللہ

کائنات میں بسنے والے ہر فرد کی کامل رہبری کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے جس معزز و مکرم ہستی کو مبعوث کرنا متعین ہوتا، تو لازم تھا کہ اس امر عظیم کی تکمیل کے ایسی کامل و اکمل ہستی کا انتخاب کیا جاتا، جس کی ذات و صفات میں ہر راہنمائی لینے والے کے لیے ہمہ جہت اور ہمت و وقت سامان موجود ہوتا، چنانچہ! اس کے لیے سردار الانبیاء، رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث کیا گیا، سب سے آخر میں بھیج کر، قیامت تک کے لیے آنجناب کے سر پر تمام جہانوں کی سرداری و نبوت کا تاج رکھ کر اعلان کر دیا گیا کہ اے دنیا بھر میں بسنے والے انسانوں اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر اور پُر سکون بنانا چاہتے ہو تو تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی مبارک ہستی میں بہترین نمونہ موجود ہے، ان سے راہنمائی حاصل کرو اور دنیا و آخرت کی ابدی خوشیوں اور نعمتوں کو اپنا مقدر بناؤ۔

گویا کہ اس اعلان میں دنیا میں بسنے والے ہر انسان کو دعوتِ عام دی گئی ہے کہ جہاں ہو، جس شعبے میں ہو، جس قسم کی راہنمائی چاہتے ہو، جس وقت چاہتے ہو، تمہیں مایوسی نہ ہوگی، تمہیں تمہاری مطلوبہ چیز سے متعلق مکمل راہنمائی ملے گی، شرط یہ ہے کہ تم میں طلبِ صادق ہونی چاہیے، چنانچہ! تاجر ہو یا کاشتکار، شریک ہو یا مضارب، مزدور ہو یا کوئی بھی محنت کش، ماں ہو یا باپ، بیٹا ہو یا بیٹی، میاں ہو یا بیوی، مسافر ہو یا مقیم، صحت مند ہو یا مریض، شہری ہو یا دیہاتی، پڑھا لکھا ہو یا آن پڑھ؛ اگر وہ چاہے کہ میرے لیے میرے شعبے میں راہنمائی ملے، تو اس کے لیے جناب رسول اللہ

ﷺ کی مبارک ہستی میں نمونہ موجود ہے، مذکورہ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے سامنے جناب رسول اللہ ﷺ کو لا کھڑا کیا ہے کہ میرے اس محبوب کو دیکھو، تمہیں ہر چیز ملے گی، اپنے سے متعلق روشنی حاصل کرو اور اس پر عمل پیرا ہو کر اللہ کے محبوب بن جاؤ، تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کی تشریح میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

کہ یہ آیت کریمہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال کی اتباع کرنے میں بہت بڑی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علماء امت نے امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوات کی آسانی اور سہولت کی خاطر جناب رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے ہر پہلو کو پوری طرح واضح کرنے کے لیے خوب سے خوب محنت کی، بے شمار کتب تصنیف کیں، تاکہ کوئی بھی شخص اپنے شعبے سے متعلق جناب رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی کو دیکھنا چاہے تو اسے بغیر دقت کے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی تعلیمات معلوم ہو سکیں، جناب رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنا نبی اکرم ﷺ کا ہم پر حق بھی ہے، اور محبت کا تقاضا بھی، اور یہ بات بھی پوری طرح واضح رہنی چاہیے کہ یہ حق اور تقاضا صرف ماہِ ربیع الاول کے پہلے بارہ دن یا پورے مہینے کے لیے ہی نہیں، بلکہ پوری زندگی اور زندگی کے ہر لمحے کے لیے ہے۔

ان سطور سے مقصود نبی اکرم ﷺ کی پوری حیات طیبہ کو سمیٹنا نہیں ہے، بلکہ صرف آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی سیرت طیبہ سے تجارت کے پہلو کو واضح کرنا مقصود ہے، آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے تجارت کا پیشہ اپنایا اور رزق حلال سے اپنی زندگی کا رشتہ استوار رکھا، نبوت کے اس پہلو کو سمجھنے کے لیے اس بات کو سمجھنا

ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے دو حصے ہیں، ایک: نبوت ملنے سے قبل کا اور دوسرا: نبوت ملنے کے بعد کا، اول الذکر کا دورانیہ چالیس سال ہے اور ثانی الذکر کا دورانیہ تینیس سال، اس دوسرے حصے کے پھر دو حصے ہیں، ایک: مکی دور، اور دوسرا: مدنی دور

نبوت سے قبل کی معاشی کیفیت:

نبی اکرم ﷺ کا نبوت سے پہلے والا دور مالی اور معاشی اعتبار سے بہت زیادہ خوش الحال دور نہیں تھا، لیکن اس کے برعکس یہ کہنا بھی درست نہیں کہ آپ ﷺ بہت ہی زیادہ مفلوک الحال زندگی بسر کر رہے تھے، البتہ یہ ضرور تھا کہ آغجاب بچپن سے ہی محنت و مشقت کر کے اپنی مدد آپ ضروریات زندگی پورا کرنے کا ذہن رکھتے تھے۔

والد کی طرف سے ملنے والی میراث:

جب آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی تو آپ کے سر سے والد کا سایہ اٹھ چکا تھا، ان کی طرف سے بطور میراث بھی کوئی جائیداد آپ کی طرف منتقل نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ کتب سیرت میں اس کی تفصیل میں صرف یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ کو میراث میں صرف پانچ اونٹ، چند بکریاں اور ایک باندی ملی، جس کا نام ”ام ایمن“ تھا، (اس باندی کو بھی جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت یعنی پچیس سال کی عمر میں آزاد کر دیا تھا) اس کے علاوہ مزید کوئی چیز میراث میں نہ ملی تھی۔

میراث میں ملنے والی اشیاء اس قابل نہ تھیں کہ آپ کی کفالت کے لیے کافی ہو جاتی، یہی وجہ تھی کہ دیہاتی علاقوں سے آکر جو عورتیں بچوں کو پرورش اور تربیت

کے لیے لے جایا کرتی تھیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ان میں سے کسی کا بھی رجحان آپ کی طرف نہیں ہوا کہ یہ تو یتیم اور غریب بچہ ہے، اس کی پرورش کرنے پر ہمیں اس کی والدہ کی طرف سے کچھ خاص معاوضہ نہ مل سکے گا، اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتخاب کیا تھا وہ بھی ابتداء نہیں کیا تھا، بلکہ جب ان کے لیے کوئی اور بچہ نہ بچا، تو پھر ان کو خیال آیا چلو خالی ہاتھ واپس جانے کی بجائے اس یتیم بچے کو ہی لے جانا چاہیے، مال تو نہیں، لیکن اللہ تو راضی ہو گا۔

داد اور چچا کی کفالت میں:

ان ابتدائی دو سالوں میں آپ ﷺ کی کفالت آپ کے دادا عبدالمطلب کرتے رہے، دو سال کے بعد آپ کے دادا بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے، دادا کے انتقال کے بعد آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی، ابوطالب آپ کے حقیقی چچا تھے، جو بہت ہی ذوق و شوق اور محبت سے آپ کی پرورش کرتے رہے اور آپ کی ضروریات پوری کرنے کی اپنی مقدور بھر سعی کرتے رہے، چنانچہ! آپ کے چچا جب تجارت کی غرض سے دوسرے شہروں میں جاتے تو اپنے بھتیجے کو بھی ہمراہ لے جاتے۔

بکریاں چرانا:

مکہ مکرمہ میں حصول معاش کے لیے عام طور پر گلہ بانی اور تجارت عام تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کی ابتداء میں ہی اپنی معاش کے بارے میں از خود فکر کی، ابتداء اہل مکہ کی بکریاں اجرت پر چراتے تھے، بعد میں تجارت کا پیشہ بھی اختیار کیا، اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں تھی، بلکہ یہ تو آپ ﷺ کی عظمت اور تواضع کی کھلی دلیل ہے، اس لیے کہ بکریاں چرانے والے شخص میں جفاکشی، تحمل و بردباری

اور نرم دلی پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے کہ بکریاں چرانا معمولی کام نہیں ہے، بلکہ بہت ہی زیادہ ہوشیاری اور بیدار مغزی والا کام ہے، اس لیے کہ بکریاں بہت کمزور مخلوق ہوتی ہیں، تیزی اور پھرتی میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہوتا، انہیں قابو میں رکھنے کے لیے بھی خوب پھرتی کی ضرورت ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس جانور پر قابو سے باہر ہونے کی صورت میں غصہ اتارنا بھی ممکن نہیں ہوتا، یعنی: غصہ کی وجہ سے مار بھی نہیں سکتے، کیونکہ بوجہ ان کے چھوٹا، دبلا پتلا اور کمزور ہونے کے ان کی ہڈیاں وغیرہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس بناء پر بکریاں چرانے والے میں خوب تحمل وغیرہ پیدا ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے جو بھی نبی بھیجا، اس نے بکریاں ضرور چرائیں، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے بھی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ہاں میں بھی مکہ والوں کی بکریاں قراریط پر چراتا تھا۔

”قراریط“ سے کیا مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے، بعض کا قول یہ ہے کہ یہ درہم یا دینار کے ایک ٹکڑے کا نام ہے، اس صورت میں مطلب یہ بنے گا کہ کچھ قراریط کے عوض بکریاں چرائیں، اور بعض کا قول ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کے ایک محلہ ”جباد“ کا نام ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ مقام قراریط میں بکریاں چرائیں، علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔

اسی طرح ایک بار نبی اکرم ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگل تشریف لے گئے، صحابہ بیریاں توڑ توڑ کر کھانے لگے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو خوب سیاہ ہوں وہ کھاؤ، وہ زیادہ مزے کی ہوتی ہیں، یہ میرا اس زمانے کا تجربہ ہے،

جب میں بچپن میں یہاں بکریاں چرا کرتا تھا۔

ملکِ شام کی طرف پہلا سفر:

نبی اکرم ﷺ نے شام کی طرف دو سفر کیے، پہلا: اپنے چچا کے ہمراہ، لیکن اس سفر میں آپ ﷺ بطور تاجر شریک نہ تھے، بلکہ محض تجارتی تجربات حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے، اسی سفر میں بحیرا راہب والا مشہور قصہ پیش آیا، جس کے کہنے پر آپ کے چچا نے آپ ﷺ کو حفاظت کی خاطر مکہ واپس بھیج دیا۔

ملکِ شام کی طرف دوسرا سفر:

اور دوسرا سفر: آپ ﷺ نے بطور تاجر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان لے کر اجرت پر کیا۔ قصہ کچھ اس طرح پیش آیا کہ جب آپ ﷺ پچیس برس کے ہو گئے تو آپ کے چچا ابوطالب نے کہا کہ اے بھتیجے! میں ایسا شخص ہوں کہ میرے پاس مال نہیں ہے، زمانہ کی سختیاں ہم پر بڑھتی جا رہی ہیں، تمہاری قوم کا شام کی طرف سفر کرنے کا وقت قریب ہے، خدیجہ بنت خویلد اپنا تجارتی سامان دوسروں کو دے کر بھیجا کرتی ہے، تم بھی اجرت پر اس کا سامان لے جاؤ، اس سے تمہیں معقول معاوضہ مل جائے گا، یہ گفتگو حضرت خدیجہ کو معلوم ہوئی تو اس نے خود آپ ﷺ کو پیغام بھیج کے بلوایا کہ جتنا معاوضہ اوروں کو دیتی ہوں، آپ کو اس سے دو گنا دوں گی، اس پر ابوطالب نے آپ ﷺ کو کہا کہ یہ وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہاری جانب بھیج کے بھیجا ہے، اس کے بعد آپ ﷺ قافلے کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے، آپ کے ہمراہ حضرت خدیجہ کا غلام ”میسرہ“ بھی تھا، جب قافلہ شام کے شہر بصریٰ میں پہنچا تو وہاں نسطورا راہب نے آپ ﷺ میں نبوت کی علامات پہچان کر آپ کے نبی آخر الزمان ہونے کی پیشین گوئی کی۔

دوسرا اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ جب آپ ﷺ نے تجارتی سامان فروخت کر لیا تو ایک شخص سے کچھ بات چیت بڑھ گئی، اس نے کہا کہ لات وعزی کی قسم اٹھاؤ، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی، میں تو ان کے پاس سے گذرتے ہوئے ان سے منہ موڑ لیا کرتا تھا۔ اس شخص نے یہ بات سن کر کہا، حق بات تو وہی ہے، جو تم نے کہی، پھر اس شخص نے میسرہ سے مخاطب ہو کر کہا: خدا کی قسم یہ تو وہی نبی ہے، جس کی صفات ہمارے علماء کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔

تیسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ میسرہ نے دیکھا کہ جب تیز گرمی ہوتی تو دو فرشتے نبی اکرم ﷺ پر سایہ کر رہے ہوتے تھے، یہ سب کچھ دیکھ کر میسرہ تو آپ ﷺ سے بہت ہی زیادہ متاثر تھا، واپسی میں ظہر کے وقت جب واپس پہنچے تو حضرت خدیجہ نے اپنے بالا خانے میں بیٹھے بیٹھے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اونٹ پر بیٹھے اس طرح تشریف لارہے تھے کہ دو فرشتوں نے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا، حضرت خدیجہ اور ان کے ساتھ بیٹھیں ہوئی عورتوں نے یہ منظر دیکھ کر بہت تعجب کیا، اور پھر جب میسرہ کی زبانی سفر کے عجائب، نفع کثیر اور نسطور اراہب اور اس جھگڑا کرنے والے شخص کے باتیں سنیں تو بہت زیادہ متاثر ہوئیں، حضرت خدیجہ بہت زیادہ دور اندیش، مستقل مزاج، شریف، باعزت اور بہت مال دار عورت تھیں، انہوں نے آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیج کر نکاح کر لیا، اس وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔

یمن کی طرف دو سفر:

جو تجارتی اسفار نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے کیے، ان میں دو سفر یمن کی طرف بھی تھے، امام حاکم رحمہ اللہ نے المستدرک میں نقل

کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کو جرش (یمن کے ایک مقام) کی طرف دوبار تجارت کے لیے اونٹنیوں کے عوض بھیجا۔

بحرین کی طرف سفر:

نبوت سے قبل آپ ﷺ کے بحرین کی طرف سفر کرنے کا بھی اشارہ ملتا ہے، وہ اس طرح کہ جس طرح آپ ﷺ کی خدمت میں عرب کے تمام دور دراز مقامات سے وفود حاضر خدمت ہوتے رہے، انہی وفود میں بحرین سے وفد عبدالقیس بھی آیا، تو آپ ﷺ نے اہل وفد سے بحرین کے ایک ایک مقام کا نام لے کر وہاں کے احوال دریافت فرمائے، تو لوگوں نے تعجب سے پوچھا، کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو ہمارے ملک کے احوال ہم سے بھی زیادہ جانتے ہیں، تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ ہاں میں تمہارے ملک میں خوب گھوما ہوں۔

تجارتی اسفار میں آپ ﷺ کے خصائل حمیدہ:

نبی اکرم ﷺ اپنی عمر مبارک کے پچیسویں سال تک تجارتی اسفار میں اپنے اخلاقِ کریمانہ، حسن معاملہ، راست بازی، صدق و دیانت کے وجہ سے اتنے زیادہ مشہور ہو چکے تھے کہ خلقِ خدا میں آپ ”صادق و امین“ کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے، لوگ کھلے اعتماد کے ساتھ آپ کے پاس بے دھڑک اپنی امانتیں رکھواتے تھے، انہی خصائل کی بنا پر حضرت خدیجہ بن خویلد رضی اللہ عنہا کی رغبت نبی اکرم ﷺ کی طرف ہوئی تھی اور پیغامِ نکاح بھیج دیا تھا۔

لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرنا:

تجارتی معاملات کی کامیابی کے لیے معاملات کی صفائی اور لڑائی جھگڑے سے

پر ہیز اہم ترین کردار ادا کرتا ہے، اور یہ صفات نبی اکرم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں، چنانچہ حضرت قیس فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ زمانہ جاہلیت میں میرے شریک ہوتے تھے، اور آپ ﷺ شرکاء میں سے بہترین شریک تھے، نہ لڑائی کرتے تھے اور نہ ہی جھگڑا کرتے تھے۔

بحث و تکرار سے اجتناب:

مسلمان تاجر کی صفات میں سے ایک صفت معاملات کے وقت شور شرابا اور آپس کی بے جا بحث و تکرار سے بچنا بھی ہے، اور آپ ﷺ کے اس وصف عظیم کی گواہی زمانہ نبوت سے پہلے بھی دی جاتی تھی، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے سامنے میری تعریف اور میرا تذکرہ کرنے لگے، تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہاری نسبت ان سے زائد واقف ہوں، میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! آپ سچ فرماتے ہیں، آپ زمانہ جاہلیت میں میرے شریک ہوتے تھے، اور آپ کتنے بہترین شریک ہوتے تھے کہ نہ شور شرابا (بحث و تکرار) کرتے تھے اور نہ جھگڑا کرتے تھے۔

ایفاء وعدہ:

وعدوں کی پاسداری تجارت کی بہت بڑی خوبی شمار ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ کے اندر یہ وصف کیسا تھا؟ اس بارے میں ”حضرت عبد اللہ بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ“ سے روایت ہے کہ میں نے نبوت ملنے سے قبل آپ سے خرید و فروخت کا ایک معاملہ کیا، خریدی گئی شے کی قیمت میں سے کچھ رقم میرے ذمہ باقی رہ گئی، تو میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں کل اسی جگہ آکر آپ کو بقیہ رقم ادا کر دوں گا، پھر میں بھول

گیا، اور مجھے تین روز بعد یاد آیا، میں اس جگہ گیا، تو دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ اسی جگہ تشریف فرما ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اے نوجوان! تم نے مجھے اذیت پہنچائی، میں تین دن سے اسی جگہ پر تمہارا منتظر ہوں۔

نبوت کے بعد معاشی صورت حال:

جناب رسول اللہ ﷺ نے نبوت مل جانے کے بعد حصول معاش کے لیے کچھ کیا یا نہیں؟ اس بارے میں بالاتفاق قول فیصل یہ ہے کہ بعثت کے بعد آپ ﷺ نے اپنی محنت اور توجہ صرف اور صرف احیائے دین متین کی طرف مبذول کر دی تھی، بعثت کے بعد آپ ﷺ سے کسی بھی قسم کی معاشی مشغولیت کا ثبوت نہیں ملتا ہے، البتہ! دین کے دیگر شعبوں کی طرف راہنمائی کی طرح اس شعبے کی بھی بہت واضح اور تفصیلی انداز میں راہنمائی کی، اس میدان سے کامیابی کے ساتھ گذر جانے والوں کو جہاں بہت بڑی بڑی بشارتیں سنائیں تو وہاں اس میدان کے چور، ڈاکوؤں اور خائسوں کو وعیدیں سننا کر انہیں لوٹ آنے کی طرف بھی متوجہ کیا، نبی اکرم ﷺ کے فرمودات کا جائزہ لیا جائے تو عبادت کے احکام اور معاملات کے احکام میں ایک اور تین کی نسبت نظر آئے گی، یعنی: عبادات سے متعلق احکام ایک ربع اور معاملات سے متعلق احکام تین ربع ملیں گے، چنانچہ! کتب فقہ میں اہم ترین کتاب ”ہدایہ“ کو دیکھ لیا جائے کہ اس کی چار ضخیم جلدوں میں سے صرف ایک جلد عبادات کے بارے میں ہے اور تین جلدیں معاملات کے بارے میں ہیں، اسی سے شعبہ معاملات کی اہمیت کا اندازہ کر لیا جائے۔

ایک غلط ذہن کی اصلاح:

موجودہ دور میں ایک دین دار طبقہ کم عقلی اور بے دینی کی وجہ سے یہ ذہن

رہتا ہے کہ محنت کرنے اور کمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تو رزق دینے میں ہماری محنت کے محتاج نہیں ہیں، وہ ایسے بھی دینے پر قادر ہیں، لہذا ہمیں کچھ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہم تو اعمال کے ذریعے اللہ سے لیں گے، اسباب کے ذریعے نہیں۔ تو اس بارے میں اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ ایک ہے اسباب کا اختیار کرنا اور انہیں استعمال کرنا، اور ایک ہے ان اسباب کو دل میں اتارنا، اور ان پر یقین رکھنا؛ پہلی چیز کو اپنانا محمود اور مطلوب ہے اور دوسری چیز کو اپنانا مذموم ہے، ہماری محنت کا رُخ یہ ہونا چاہیے کہ ہم ان اسباب کی محبت اور یقین دل سے نکالیں اور اس کے برعکس یقین اللہ تعالیٰ پر رکھیں، کہ ہماری ہر طرح کی ضروریات پوری کرنے والی ذات؛ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہ چاہے تو اسباب کے ذریعے ہماری حاجات و ضروریات پوری کر دے اور چاہے تو ان اسباب کے بغیر محض اپنی قدرت سے ہماری ضروریات و حاجات پوری کر دے، وہ اس پر پوری طرح قادر اور خود مختار ہے۔ البتہ! ہم اس دارالاسباب میں اسباب اختیار کرنے کے پابند ہیں، تاکہ بوقتِ حاجت و ضرورت ہماری نگاہ و توجہ غیر اللہ کی طرف نہ اٹھ جائے۔

اس بات میں تو کوئی شک و شبہ ہے ہی نہیں کہ اللہ رب العزت ہماری محنتوں کے، محتاج نہیں ہیں، لیکن کیا شریعت کا مزاج اور منشا بھی یہ ہی ہے؟! کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں، بالخصوص جب، اس ترکِ اسباب کا نتیجہ یہ نکلتا ہو کہ بیوی، بچوں اور والدین کے حقوق تلف ہوتے ہیں اور یہ غیروں کے اموال کی طرف حرص و ہوس کے ساتھ دیکھتا رہتا ہے، تو یاد رکھیں کہ اس طرح کے لوگوں کو شریعت اس طرزِ عمل کی تعلیم نہیں دیتی، بلکہ سیرتِ نبوی اور سیرتِ صحابہ تو حلال طریقے سے کسبِ معاش کی تعلیم دیتی ہے، ایسے بے شمار واقعات ہیں جن سے یہ سبق ملتا ہے کہ اپنا

کر کے کھاؤ، دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ، یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ تو نگری کی وجہ سے آج کے دور میں ہمارا دین و ایمان محفوظ رہے گا، ورنہ اندیشہ ہے کہ اختیاری فقر و فاقہ کہیں کفر و شرک کے قریب ہی نہ لے جائے۔ ہاں اولیاء اللہ اور یقین و توکل کے اعلیٰ درجہ پر فائز لوگوں کا معاملہ اور ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی ذریں نصائح:

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں مال کو بُرا سمجھا جاتا تھا، لیکن جہاں تک آج کے زمانہ کا تعلق ہے تو اب مال و دولت مسلمانوں کی ڈھال ہے، حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ درہم و دینار اور روپیہ پیسہ نہ ہوتا تو یہ سلاطین و امراء ہمیں دست و پاہ بنا کر ذلیل و پامال کر ڈالتے، نیز! انہوں نے فرمایا: کسی شخص کے پاس اگر تھوڑا بہت بھی مال ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کی اصلاح کرے کیوں کہ ہمارا یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی محتاج و مفلس ہو گا تو اپنے دین کو اپنے ہاتھ سے گنوانے والا سب سے پہلا شخص وہی ہو گا۔

توضیحات شرح مشکاۃ میں لکھا ہے: ”فیما مضیٰ یکرہ“، یعنی پچھلے زمانہ میں مال و دولت کو ناپسند کیا جاتا تھا، مومن اور متقی حضرات مال کو مکروہ سمجھتے تھے، کیوں کہ عام ماحول زہد و تقویٰ کا تھا، لوگ غریب و فقیر کو ذلیل و فقیر نہیں سمجھتے تھے، مالی کمزوری کی وجہ سے اس کے ایمان کو تباہ نہیں کرتے تھے، نیز بادشاہ اور حکمران بھی اچھے ہوتے تھے، جو غریب کو سنبھالا دیتے تھے، اس لیے لوگ مال و دولت اکٹھا نہیں کرتے تھے اور اکٹھا کرنے کو معیوب سمجھتے تھے، مگر اب معاملہ اس کے برعکس ہے کہ غریب و فقیر آدمی کو معاشرہ میں ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں، اور پیسے کی بنیاد پر اس کے ایمان کو خریداجاتا ہے، نیز! حکمران بھی خیر خواہ نہیں رہے، تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ

غریب آدمی مالداروں اور حکمرانوں کا دستِ نگر اور دستِ وپاہ بن جائے گا، اور ان کے ہاتھ صاف کرنے اور میل کچیل صاف کرنے کے لیے تولیہ اور رومال بن جائے گا۔
پھر مزید لکھا ہے: جس شخص کے پاس اس مال میں سے کچھ بھی ہو وہ اس کی اصلاح کرے، مطلب یہ کہ تھوڑا پیسہ بھی ہو تو اس کو کسی کاروبار میں لگا دے یہ اس کی ترقی و بڑھوتری ہے، یا پھر اصلاح کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قناعت کے ساتھ خرچ کرے، اسراف نہ کرے۔

کمائی کے ذرائع:

کسب معاش کے بہت سے ذرائع ہیں، ان میں سے کون سا افضل ہے؟! اس کی تعیین میں سلف صالحین کا اختلاف ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میرے نزدیک کمائی کے ذرائع تین ہیں: تجارت، زراعت اور اجارہ۔ اور ہر ایک کے فضائل میں بہت کثرت سے احادیث ہیں، بعض حضرات نے صنعت و حرفت کو بھی اس میں شامل کیا ہے، جیسا کہ اوپر گذرا۔ میرے نزدیک وہ ذرائع آمدنی میں نہیں، اسبابِ آمدنی میں ہے اور آمدنی کے اسباب بہت سے ہیں: ہبہ ہے، میراث ہے، صدقہ ہے، وغیرہ وغیرہ۔ جنہوں نے اس کو کمائی کے اسباب میں شمار کیا، میرے نزدیک صحیح نہیں، اس لیے کہ زراعت و حرفت کمائی نہیں ہے، کیوں کہ اگر ایک شخص کو جوتے بنانے آتے ہیں یا جوتے بنانے کا پیشہ کرتا ہے، وہ جوتے بنانا کر کوٹھی بھر لے، اس سے کیا آمدنی ہوگی؟ یا تو اس کو بیچے گا یا (پھر یہ جوتے) کسی کا نوکر ہو کر اس کا (مال) بنائے۔ یہ دونوں طریقے تجارت یا اجارہ میں آگئے، اور اس سے بھی زیادہ فہم ”جہاد“ کو کمائی کے اسباب میں شمار کرنا ہے، اس لیے کہ جہاد میں اگر کمائی کی نیت

ہو گئی تو جہاد ہی باطل ہے.... میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ میرے نزدیک تجارت افضل ہے، وہ بحیثیت پیشہ کے ہے، اس لیے کہ تجارت میں آدمی اپنے اوقات کا مالک ہوتا ہے، تعلیم و تعلم، تبلیغ، افتاء وغیرہ کی خدمت بھی کر سکتا ہے، لہذا اگر اجارہ دینی کاموں کے لیے ہو تو وہ تجارت سے بھی افضل ہے، اس لیے کہ وہ واقعی دین کا کام ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہی دین کا کام مقصود ہو اور تنخواہ بدرجہ مجبوری ہے۔ میرے اکابر دیوبند کا زیادہ معاملہ اسی کارہا، اور اس کا مدار اس پر ہے کہ کام کو اصل سمجھے اور تنخواہ کو اللہ کا عطیہ، اس لیے اگر کسی جگہ پر کوئی دینی کام کر رہا ہو، تدریس، افتاء وغیرہ اور اس سے زیادہ کسی دوسرے مدرسہ میں تنخواہ ملے، تو پہلی جگہ کو محض کثرتِ تنخواہ کی وجہ سے نہ چھوڑے۔ میں نے جملہ اکابر کا یہ معمول بہت اہتمام سے ہمیشہ دیکھا، جس کو آپ بیتی میں لکھوا چکا ہوں کہ انہوں نے اپنی تنخواہوں کو ہمیشہ اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھا.. درحقیقت میرے اکابر کے بہت سے واقعات اس کی تائید میں ہیں کہ تنخواہ اصل یا معتد بہ چیز نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا میں نے اوپر لکھا؛ اور تنخواہ محض عطیہ الہی سمجھتے تھے، جو ہم لوگوں میں بالکل مفقود ہے، یہی وہ چیز ہے جس کی بنا پر میں اجارہ تعلیم کو سب انواع سے افضل لکھا ہے.... اس ملازمت کے بعد تجارت افضل ہے۔ اس لیے کہ تاجر اپنے اوقات کا حاکم ہوتا ہے، وہ تجارت کے ساتھ دوسرے دینی کام تعلیم، تدریس، تبلیغ وغیرہ بھی کر سکتا ہے، اس کے علاوہ تجارت کی فضیلت میں مختلف آیات و احادیث ہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة۔ (التوبة: ۱۱۱)

خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں، (اور اس کے) عوض میں ان کے لیے بہشت (تیار) کی ہے۔

اور بھی بہت سی آیات تجارت کی فضیلت میں ہیں، ان کے علاوہ احادیث

میں ہے: ”التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء“

(سنن الترمذی، کتاب البیوع)

سچا، امانت دار تاجر (قیامت میں) انبیاء، صدیقین اور شہدائے اکبر کے ساتھ ہوگا۔

بہترین کمائی اُن تاجروں کی ہے، جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے اور خریدتے وقت چیز کی مذمت نہیں کرتے (تاکہ بیچنے والا قیمت کم کر کے دے دے) اور جب (خود) بیچتے ہیں، تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے (تاکہ زیادہ ملے) اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہو تو ٹال مٹول نہیں کرتے اور اگر خود ان کا کسی کے ذمہ نکلتا ہو تو وصول کرنے میں تنگ نہیں کرتے۔

قال رسول الله ﷺ: ”التاجر الصدوق تحت ظل العرش يوم القيامة“

(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، کتاب الفتن)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سچ

بولنے والا تاجر قیامت میں عرش کے سایہ میں ہوگا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

کہ جب تاجر میں چار باتیں آجائیں تو اس کی کمائی پاک ہو جاتی ہے، جب خریدے تو اس چیز کی مذمت نہ کرے اور بیچے تو (اپنی چیز کی بہت زیادہ) تعریف نہ کرے۔ اور بیچنے میں گڑبڑ نہ کرے اور خرید و فروخت میں قسم نہ کھائے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

فرمایا: کہ خرید و فروخت کرنے والے کو (بیع توڑنے کا) حق ہے، جب تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ اگر بائع و مشتری سچ بولیں اور مال اور قیمت کے عیب اور کھرے کھوٹے

ہونے کو بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت ہوتی ہے اور اگر عیب کو چھپالیں اور جھوٹے اوصاف بتائیں تو شاید کچھ نفع تو کمالیں (لیکن) بیع کی برکت ختم کر دیتے ہیں۔
 رزق کے نوحے تجارت میں ہیں اور ایک حصہ جانوروں کی پرورش میں ہے۔
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تمہیں تاجروں کے ساتھ خیر کے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں۔

تجارت کے بعد میرے نزدیک زراعت افضل ہے، زراعت کے متعلق حدیث میں آیا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ”کوئی مسلمان جو درخت لگائے یا زراعت کرے، پھر اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ یا کوئی جانور کھالے تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔“ اور مسلم کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس میں سے کچھ چوری ہو جائے تو وہ بھی اس کے لیے صدقہ شمار ہوتا ہے۔

ضرورت کے اعتبار سے بھی زراعت اہم ہے، کیوں کہ اگر زراعت نہ کی جائے تو کھائیں گے کہاں سے؟.... باقی اپنی زمین دوسرے کو دینا، مزارعت کہلاتا ہے، زراعت اور چیز ہے اور مزارعت اور چیز ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قواعد شرعیہ کی رعایت ہر چیز میں ضروری ہے، جیسا کہ اس بارے میں اوجز المسالک: باب کراء الارض میں بہت لمبی بحث کی گئی ہے۔ اور شرعی حدود کی رعایت ان ہی تینوں میں نہیں بلکہ دین کے ہر معاملہ میں ضروری ہے.... ان سب کے بعد نہایت ضروری اور اہم امر یہ ہے کہ کسب کے بلکہ ہر عمل میں شریعتِ مطہرہ کی رعایت ضروری ہے۔

چنانچہ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”بیع اور شراء کے ذریعہ مال حاصل کرنے کے مسائل سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے، جو اس مشغلہ میں لگا ہوا ہو، کیوں کہ

طلب علم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس سے ان تمام مشاغل کا علم طلب کرنا مراد ہوگا، مشغلہ رکھنے والوں کو جن مسائل کی حاجت ہو۔ اور کسب کرنے والا کسب کے مسائل جاننے کا محتاج ہے اور جب اس سلسلہ کے احکام جان لے تو معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں سے واقف ہو جائے گا، لہذا ان سے بچے گا، اور ایسے شاذ و نادر مسائل جو باعث اشکال ہوں ان کے ہوتے ہوئے معاملہ کرنے میں سوال کر کے علم حاصل کرنے تک توقف کرے گا، کیوں کہ جب کوئی شخص معاملات کو فاسد کرنے والے امور کو اجمالی طور پر نہ جانے تو اسے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ میں کس کے بارے میں توقف کروں اور سوال کر کے اس کو جانوں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں پیشگی علم حاصل نہیں کرتا، اس وقت تک کام کرتا رہوں گا جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آجائے، جب کوئی واقعہ پیش آئے گا تو معلوم کر لوں گا، تو اس شخص کو جواب دیا جائے گا کہ جب تک تو اجمالی طور پر معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں کو نہ جانے گا تجھے کیسے پتہ چلے گا کہ مجھے فلاں موقع پر معلوم کرنا چاہیے۔ جسے اجمالی علم بھی نہ ہو وہ برابر تصرفات کرتا رہے گا اور ان کو صحیح سمجھتا رہے گا۔ لہذا علم تجارت سے اولاً اس قدر جاننا ضروری ہے کہ جس سے جائز و ناجائز میں تمیز ہو اور یہ پتہ چل سکے کہ کون سا معاملہ وضاحت کے ساتھ جائز ہے اور صحیح ہے، اور کس میں اشکال ہے۔“

ہم حدودِ شریعہ کے اندر رہتے ہوئے کسبِ معاش کریں، اور حصولِ معاش سے قبل اس کا علم شرعی ضرور بالضرور حاصل کر لیں، مبادا یہ کہ یہ کمائی کل بروز قیامت ہمارے لیے وبال بن جائے اور ہماری آخرت برباد ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بازار میں وہی شخص خرید و فروخت کیا کرے، جس نے اپنے اس کاروبار سے متعلق علم حاصل کر لیا ہو۔

امام ابراہیم بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ (2)

4: دلائل شریعہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے امام ابراہیم رحمہ اللہ نخعی کا عمل بھی یہی تھا آپ کے متعلق آتا ہے کہ "انہ کان یضع یدہ الیہنی علی یدہ الیسری تحت السرة"

(کتاب الآثار بروایت امام محمد ص 24 رقم الحدیث 121)

آپ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھتے تھے۔

5: آپ امام کی قرأت کو مقتدی کے لئے کافی سمجھتے تھے: عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ وَكَانَ يَقُولُ تَكْفِيكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 377 رقم الحدیث 3816)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ امام کے پیچھے قرأت کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے کہ مقتدی کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

6: آپ نماز میں آمین آہستہ کہتے تھے اور فتویٰ بھی یہی دیتے تھے کہ آمین آہستہ کہنی چاہئے چنانچہ امام عبد الرزاق نے آپ کے متعلق نقل کیا ہے کہ "أنه كان يسر آمين" (مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 96) کہ آپ کا معمول آمین آہستہ کہنے کا تھا۔

دوسرے مقام پر امام عبد الرزاق آپ کا فتویٰ نقل کرتے ہیں آپ کا فرمان ہے "خمس يخفين سبحانك اللهم وبحمدك والتعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم وآمين واللهم ربنا لك الحمد" (مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 87 رقم الحدیث 2597)

پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں ثناء، تعوذ، تسمیہ، آمین اور ربناک الحمد۔

امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ

حجاج کہتے ہیں کہ ایک دن امام اپنے گدھے پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں سلیمان بن مغیرہ ملے۔ فقر و فاقہ کی شکایت کی اور تذکرہ کیا کہ غربت نے گھر میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ امام بولے: وَاللّٰهُ مَا أَفْلِكُ غَيْرَ هَذَا الْحِمَارِ۔

واللہ! اس گدھے کے علاوہ میرے پاس اور کوئی چیز نہیں ہے۔

یہ کہہ کر گدھے سے اترے اور گدھا سلیمان کے حوالے کر دیا۔

ایک بار آپ کے پڑوسی نے دامن حاجت پھیلایا اور امداد کی درخواست کی۔ دینے کے لیے فی الفور کچھ نہ تھا، فرمایا: آپ نے ایسے وقت میں سوال کیا ہے کہ میرے پاس دینے کو کچھ نہیں، اچھا میری سواری کا یہ گدھا ہی لیتے جائیں۔ اس شخص نے پس و پیش سے کام لیا لیکن آپ اصرار کرتے رہے تو اس نے گدھا لے لیا۔ وہ شخص سواری لے کر آگے گیا ہی تھا کہ آپ کے بعض احباب نے دیکھ لیا، پہچاناکہ یہ تو امام کی سواری کا گدھا ہے۔ احباب آپ کی سخاوت پسند طبیعت سے بخوبی واقف تھے، صورت حال سمجھ گئے، پانچ دراہم میں اس سائل سے گدھا خریدا اور لا کر امام کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ (تاریخ بغداد: ج 7 ص 306)

سخا کی صفت رکھنے والے یہ انسان امام شعبہ بن حجاج تھے۔ اس کی وجہ سے

آپ کا لقب ”أبو الفقراء وأئمتهم“ پڑ گیا تھا۔ (تاریخ بغداد: ج 7 ص 307)

نام و نسب:

نام ”شعبہ“، کنیت ”ابو بسطام“ اور والد کا نام ”حجاج“ تھا۔ سلسلہ نسب یوں

ہے: ابو بسطام شعبۂ بن الحجاج بن الورد الازدی العتکی الواسطی۔

(سیر اعلام النبلاء: ج 6 ص 116)

سن و جائے ولادت:

آپ کے سن ولادت میں تین قول ہیں:

80 ہجری (سیر اعلام النبلاء: ج 6 ص 116)

82 ہجری (تہذیب التہذیب: ج 3 ص 169)

83 ہجری (الانساب: ج 4 ص 129)

امام شعبۂ کے عام تذکرہ نگاروں نے آپ کا جائے ولادت ”واسط“ لکھا ہے۔

(تاریخ بغداد: ج 7 ص 302، الکاشف: ج 1 ص 485)

لیکن علامہ سمعانی (ت 562ھ) نے تصریح کی ہے:

کان مولداً... بنہر ناب قریۃ أسفل من واسط۔ (الانساب: ج 4 ص 129)

کہ آپ کی ولادت واسط کے قریب ایک دیہات ”نہر ناب“ میں ہوئی۔

ممکن ہے کہ آپ کی ولادت تو ”نہر ناب“ میں ہوئی ہو لیکن آپ کے والد

ترک سکونت کر کے شہر واسط چلے آئے ہوں اور یہیں قیام پذیر ہو گئے ہوں۔

نسبت الازدی العتکی:

علامہ احمد بن محمد البخاری الکلاباذی (ت 398ھ) لکھتے ہیں:

آپ کو عبدة الاغر العتکی سے نسبت ولاء حاصل تھی۔ عبدة موصوف بصرہ

کے ایک مشہور آدمی یزید بن مہلب العتکی الازدی کے مولیٰ تھے۔

(الہدایۃ والارشاد: ص 354)

نسبت ”عتکی“ کے متعلق علامہ سمعانی (ت 562ھ) لکھتے ہیں:

هذه النسبة إلى "عتيك" وهو بطن من الازد، وهو: عتيك بن النضر.

(الانساب: ج 4 ص 129)

ترجمہ: ”العتکی“ عتیق کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے۔ یہ قبیلہ ”ازد“ کی ایک شاخ تھی جو عتیق بن النضر کا خاندان تھا۔

اسی بالواسطہ نسبت کی وجہ سے آپ بھی ”الازدی العتکی“ کہلائے۔

علمی زندگی کا آغاز:

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے ابتدائی ایام واسط میں گزرے جو علم و ادب کا مشہور مرکز تھا۔ خداداد صلاحیتوں کو علم و فن کا یہ ماحول ملا تو ان میں جلا پیدا ہوئی۔ چنانچہ آپ کی علمی زندگی کا آغاز شعر و ادب سے ہوا۔ اس فن میں وہ کمال حاصل کیا کہ اصمعی جیسے ماہر فن یہ کہنے پر مجبور ہو گئے:

لہم نرأحدا قط اعلم بالشعر من شعبۃ. (تاریخ بغداد: ج 7 ص 304)

ہم نے امام شعبہ سے زیادہ شعر کا ماہر نہیں دیکھا۔

آپ نے اس فن کو مستقل نہ اپنایا بلکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز جب کانوں میں پڑی تو اسی کی طلب کی جستجو شروع کر دی۔ خود فرماتے ہیں:

كنتُ الزم الطرماح أسأله عن الشعر فمررت يوما بالحكم بن عتيبة وهو يقول حدثنا يحيى بن الجزار وقال حدثنا زيد بن وهب وقال حدثنا مقسم فأعجبني وقلت هذا أحسن من الذي اطلب أعنى الشعر قال فمن يومئذ طلبت الحديث.

کہ میں زیادہ تر طرماح (مشہور شاعر) کے پاس رہتا تھا اور اس سے شعر و شاعری کے متعلق پوچھتا رہتا تھا۔ ایک دن مشہور محدث حکم بن عتیبہ کی مجلس

درس سے گزرا تو وہ اس انداز سے احادیث مبارکہ بیان فرما رہے تھے: ”حدثنا یحییٰ بن الجزار وقال حدثنا زید بن وهب وقال حدثنا مقسم“ اس طرز سے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کی آواز جب میرے کانوں میں پہنچی تو مجھے بہت اچھی لگی۔ میں نے اسی وقت دل میں سوچا کہ شعر و شاعری جس کی طلب اب تک میں نے کی ہے اس کے مقابلہ میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب بدرجہا بہتر ہے! چنانچہ اس دن سے میں علم حدیث کے حصول میں لگ گیا۔

اسی شوق کا مظہر تھا کہ آپ نے اس جلیل القدر محدث حکم بن عتیبہ کی مجلس درس میں حاضری دینا شروع کر دی اور ان کی احادیث میں وہ کمال حاصل کیا کہ امام احمد بن حنبل (ت 241ھ) فرمایا کرتے تھے:

شعبة أثبت في الحكم من الاعمش وأعلم بحديث الحكم ولولا شعبة ذهب حديث الحكم. (تهذيب التهذيب: ج 3 ص 167)

کہ امام شعبہ بن حجاج امام اعمش سے زیادہ محدث حکم بن عتیبہ کی احادیث کے محافظ اور اس کا علم رکھنے والے ہیں، اگر شعبہ نہ ہوتے تو حکم کی مرویات ضائع ہو جاتیں۔

فن حدیث میں جو آگہی آپ کو میسر آئی جب اس کا موازنہ گزرے ہوئے ایام کے ساتھ کرتے تو افسوس کے ساتھ تلامذہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے:

لولا الشعر لجئتكم بالشعبي. (تذکرۃ الحفاظ: ج 1 ص 146)

میں اگر شاعری میں نہ لگ گیا ہوتا تو امام شعبی کی احادیث تمہارے پاس لاتا

طلب حدیث میں انتھک کوشش:

امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت کے ممتاز و جید محدثین سے

روایت لی ہے۔ علامہ شمس الدین ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے آپ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ کے اساتذہ حدیث میں چار سوتابعین شامل ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء: ج 6 ص 118، تہذیب التہذیب: ج 3 ص 169)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے شیوخ کی جو فہرست دی ہے اس میں تین سو سے اوپر نام ہیں، اس کے بعد لکھا ہے کہ امام شعبہ نے کوفہ کے ان تیس شیوخ حدیث سے بھی روایت لی ہے جن سے امام سفیان ثوری بھی روایت نہ لے سکے۔

(تہذیب التہذیب: ج 3 ص 169)

شیوخ حدیث کی اتنی بڑی تعداد سے حدیث لینے میں جو دشواری کسی محدث کو پیش آتی ہے وہ کسی طالب علم سے مخفی نہیں، جب کہ واقعہ یہ ہو کہ یہ شیوخ کسی ایک دو مقام پر نہ ہوں بلکہ دشوار گزار راستوں اور کئی کئی دنوں کے سفر کی صعوبتوں کے بعد میسر آتے ہوں۔ مزید اس زمانے کے ذرائع آمد و رفت کے بجائے اُس زمانہ کے محدود حمل و نقل کے ذرائع پر انحصار کیا جاتا ہو جہاں گدھے، اُونٹ یا کسی خوش قسمت کو گھوڑے میسر ہو جاتے ہوں اور ان کے ذریعہ سینکڑوں اور ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہو۔ پھر اُس زمانے میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک ایک حدیث کے لیے بسا اوقات ہزاروں میل کا سفر طے کرنا پڑتا تھا۔ اس ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے ان مشکلات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو امام شعبہ کو طلب حدیث میں پیش آئی تھیں کہ ایک طرف تو آپ کے والد کا انتقال بچپن ہی میں ہو چکا تھا اور دوسری طرف غربت نے آپ کے آنگن میں بسیرا کر لیا تھا جس کی وجہ سے آپ نے انتہائی عسرت کی حالت میں تعلیم حاصل کی، خود فرماتے تھے:

بعثت طست أحي بسبعة دنایر. (تذکرۃ الحفاظ: ج 1 ص 146)

عسرت کی وجہ سے میں نے سات دینار میں اپنی والدہ کا طشت فروخت کر ڈالا تھا۔

روایتِ حدیث میں خدمات:

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کی ابتداء تو شعر و ادب سے ہوئی تھی لیکن جب دینی علوم خصوصاً علم حدیث کی طرف توجہ مبذول ہوئی تو آپ کی امامت و جلالتِ شان ضرب المثل بن گئی۔ قابلِ قدر محدثین پر وانہ وار آپ کے ارد گرد جمع ہوتے اور چشمہ فیض سے سیراب ہوتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے تھے:

عن علی بن المدینی لہ نحو الغی حدیث۔ (تہذیب الکمال: ج 4 ص 589)
کہ علی بن المدینی کے واسطہ سے ان کی دو ہزار حدیثیں ہم تک پہنچی ہیں۔
امام ابو داؤد طیالسی فرماتے تھے:

سمعت من شعبۃ سبعة آلاف حدیث۔ (السير للذہبی: ج 6 ص 118)
کہ میں نے شعبہ سے سات ہزار احادیث کا سماع کیا ہے۔
علامہ ذہبی نے اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ احادیث کی مذکورہ تعداد آثار اور احادیث مقطوعہ سمیت ہے۔ (ایضاً)

کثرتِ روایت کے پیش نظر آپ کا شمار ان پانچ نامور محدثین میں ہوتا ہے جن کے بارے میں امام عثمان بن سعید الدارمی (ت 255ھ) فرماتے ہیں:
”جس شخص نے ان پانچ محدثین کی احادیث کو جمع نہ کیا وہ اس علم میں مفلس ہے، اس لیے کہ یہ پانچوں نادرہ روزگار ہستیاں ہیں جن کے نام یہ ہیں: امام شعبہ بن حجاج، امام سفیان الثوری، امام مالک بن انس، امام حماد بن زید اور امام سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ۔“ (فتح المغیث ج 3 ص 326)

شیوخ و تلامذہ:

آپ کے شیوخ حدیث کی تعداد بہت زیادہ ہے، چند ناموں کا تذکرہ کیا جاتا ہے: ابان بن تغلب، ابراہیم بن عامر بن مسعود، ابراہیم بن محمد بن المنستر، امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، ابراہیم بن مسلم الجبری، ابراہیم بن مہاجر، ابراہیم بن میسرہ، ابراہیم بن میمون، الازرق بن قیس، اسماعیل بن ابی خالد، اسماعیل بن رجا، اسماعیل بن سمیع، اسماعیل بن عبد الرحمن السدی، اسماعیل بن علیہ، الاسود بن قیس، اشعث بن سوار، اشعث بن ابی الشعثاء، اشعث بن عبد اللہ بن جابر، انس ابن سیرین، ایوب بن ابی تمیمہ، ایوب بن موسیٰ، بدیل بن میسرہ، برید بن ابی مریم، بسطام ابن مسلم وغیرہ۔

(جامع المسانید: ج2 ص319، 320، تہذیب التہذیب: ج3 ص164 تا 167)

آپ کے سرچشمہ علم سے جن تشنگان علم نے فائدہ اٹھایا ان کی صحیح تعداد تو نہیں بتائی جاسکتی۔ اہل تذکرہ نے بھی کچھ نام گنائے ہیں۔ امام نووی (ت676ھ) چند ائمہ کے نام لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: وخلائق لا یحصون من کبار الأئمة۔

(تہذیب الاسماء: ج1 ص344)

کہ اس کے علاوہ جو آپ کے ممتاز تلامذہ ہیں ان کا شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

چند تلامذہ کے نام یہ ہیں:

ایوب سختیانی، سلیمان بن مہران الاعمش، سعد بن ابراہیم، محمد بن اسحاق (یہ حضرات آپ کے شیوخ بھی ہیں) جریر ابن حازم، سفیان الثوری، الحسن بن صالح، یحییٰ بن سعید القطان، عبد الرحمن بن مہدی، وکیع، ابن ادریس، ابن المبارک، یزید بن زریج، ابو داؤد الطیلسی، ابو الولید الطیلسی، ابن علیہ، ابراہیم بن طہمان، ابو اسامہ، شریک القاضی، ابو یزید سعید بن الریج، سلیمان بن حرب، ابو عاصم الضحاک بن مخلد

النیل اور عاصم بن علی الواسطی، علی بن المدینی۔ (تہذیب التہذیب: ج 3 ص 167)

تعدیل و توثیق امام شعبہ:

[۱] امام ابو حنیفہ (ت 150ھ)

نعم حشو المصر هو۔ (تاریخ یحییٰ بن معین: ج 4 ص 253)

کہ امام شعبہ اپنے شہر کے بھاری بھر کم محدث ہیں۔

[۲] امام سفیان ثوری (ت 161ھ)

شعبة أمير المؤمنين في الحديث. (تذكرة الحفاظ للذہبی: ج 1 ص 144)

امام شعبہ فن حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔

[۳] یزید بن زریع (182ھ)

كان شعبه من اصدق الناس في الحديث. (تہذیب الکمال: ج 4 ص 590)

امام شعبہ میدان حدیث میں دیگر محدثین سے زیادہ سچے ہیں۔

[۴] امام شافعی (ت 204ھ)

لولا شعبه ما عرف الحديث بالعراق. (شذرات الذهب: ج 1 ص 402)

اگر امام شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں علم حدیث اتنا زیادہ معروف نہ ہوتا۔

[۵] علامہ ابن سعد (ت 230ھ)

ثقة مأمونا ثبتا صاحب حديث حجة. (الطبقات الکبریٰ: ج 7 ص 207)

امام شعبہ ثقہ، مامون، فن میں پختہ کار، محدث اور حجت تھے۔

[۶] امام یحییٰ بن معین (ت 233ھ)

شعبة إمام المتقين. (مغنی الاخیار: ج 2 ص 23)

امام شعبہ متقین کے امام ہیں۔

[۷] امام احمد بن حنبل (ت 241ھ)

لم یکن فی زمن شعبه مثله فی الحدیث، ولا أحسن حدیثاً منه.

(تہذیب التہذیب: ج 3 ص 167)

امام شعبہ کے زمانے میں فن حدیث میں آپ جیسا عالم اور روایت حدیث میں آپ جیسا بہترین محدث نہیں تھا۔

[۸] ابو حفص عمر بن شاہین (ت 385ھ)

الحافظ العلم، أحد أئمة الاسلام وعلماؤه الجهابذة النقاد.

(تاریخ اسماء الثقات: ص 9)

امام شعبہ حدیث کے حافظ، جید عالم اور دین اسلام کے ان ائمہ و علماء میں سے تھے جو حدیث کی نقد و پرکھ میں ممتاز شمار ہوتے تھے۔

[۹] ابو بکر ابن منجویہ (ت 428ھ)

وكان من سادات أهل زمانة حفظا وإتقاناً وورعاً وفضلاً.

(رجال مسلم لابن منجویہ: ج 1 ص 299)

امام شعبہ مضبوط حافظ، قوت ضبط اور تقویٰ و فضیلت میں اپنے دور کے سر تاج علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔

[۱۰] علامہ ذہبی (ت 748ھ)

ثبت حجة. (الکشف: ج 2 ص 11)

آپ پختہ کار محدث اور حجت تھے۔

[۱۱] حافظ ابن حجر (ت 852ھ)

ثقة حافظ متقن. (تقریب التہذیب: ص 301)

آپ ثقہ، حافظ اور بہترین قوت ضبط کے مالک تھے۔

[۱۲] علامہ سیوطی (ت 911ھ):

الحافظ العلم أحد أئمة الإسلام. (طبقات الحفاظ: ص 90)

آپ حافظ، بلند پایہ مقتدا اور ائمہ اسلام میں سے ایک تھے۔

فن جرح و تعدیل میں امامت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی پیشگوئی فرمادی تھی کہ میری امت میں ایسے دجال اور جھوٹے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو حدیثیں گھڑ کر تمہارے سامنے پیش کریں گے جن کو نہ تم نے سنا ہو گا اور نہ تمہارے آباء و اجداد نے، اس لیے ان سے بچ کر رہنا۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین روایت حدیث کے معاملہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا کرتے اور خوب تحقیق کے بعد احادیث قبول کرتے تھے۔ علامہ ذہبی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وكان أول من احتاط في قبول الاخبار. (تذكرة الحفاظ: ج 1 ص 9)

کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے احادیث قبول کرنے میں احتیاط سے کام لیا۔

خلافت راشدہ کے آخری دور میں عبد اللہ بن سبا جیسے منافق نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر احادیث گھڑنا شروع کیں جس کی وجہ سے کئی فتنوں نے جنم لیا۔

(لسان المیزان ج 3 ص 289)

وضع حدیث کے اس فتنے کے پیش نظر اہل علم نے اہتمام کے ساتھ سند حدیث اور رجال کی تحقیق کا التزام کیا اور بغیر سند کے احادیث نقل کرنے سے احتراز کرنے لگے۔ اب ضروری تھا کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس کی وجہ سے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت بھی ہو جائے اور ان لوگوں کی نشاندہی

بھی ہو جائے جو اس فن میں مجروح اور متکلم فیہ ہیں تاکہ ان کی روایات سے بچا جاسکے۔ اس کے لیے سوائے فن اسماء الرجال کے اور کوئی راستہ نہ تھا یعنی راویان حدیث کے مکمل حالات (نام، ولدیت، کنیت، لقب، شہر، عدالت، حافظہ، اساتذہ، تلامذہ، محدثین کی نظر میں راوی کا مقام وغیرہ) کو قلم بند کیا جائے اور کچھ اصول مقرر کیے جائیں جن سے قبول و رد روایت کا معیار معلوم ہو سکے۔ چنانچہ باقاعدہ طور پر اس فن کی تدوین کا سہرا امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ کے سر ہے۔ امام ابو بکر ابن منجویہ (ت 428ھ) آپ کے منصب سیادت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وهو أول من فتنش بالعراق عن أمر المحدثين وجانب الضعفاء والمتروكين وصار علماً يقتدى به وتبعه عليه بعده أهل العراق.

(رجال مسلم لابن منجویہ: ج 1 ص 299)

آپ پہلے محدث ہیں جنہوں نے عراق میں محدثین کے حالات کا بنظر غائر جائزہ لیا اور ضعیفاء و متروکین سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اس طرح آپ ایک بلند پایہ مقتدا بن گئے، اس کے بعد اہل عراق اس فن میں آپ کے پیروکار بنے۔ امام نووی (ت 676ھ) نے صالح بن محمد کا قول نقل کیا ہے:

أَوَّلُ مَنْ تَكَلَّمَ فِي الرِّجَالِ: شُعْبَةُ ثُمَّ تَبِعَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، ثُمَّ بَعْدَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ. (تهذيب الأسماء: ج 1 ص 345)

سب سے پہلے راویوں کی چھان پھٹک کا کام امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا، پھر اس فن میں آپ کی پیروی امام یحییٰ بن سعید القطان نے کی، ان کے بعد امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین اس فن میں آئے۔

اس فن کی تدوین کی وجہ سے روایت حدیث میں ضعیف و کمزور لوگوں کی

بے اعتماد الیاں کم ہونے لگیں اور ہر کس و ناکس کو روایت حدیث کی جرات نہ ہوئی۔
امام شعبہ رحمہ اللہ کی اس کوشش کو جید محدثین نے خوب سراہا۔ امام یحییٰ بن سعید
القطان (ت 198ھ) کا بیان ہے:

لیس احد احب الی من شعبۃ ولا یعدله احد عندی وکان اعلم
بالرجال۔ (الجرح والتعديل: ج 4 ص 336)

مجھے شعبہ سے زیادہ کوئی پسند نہیں اور نہ میں کسی کو ان کا ہمسر خیال کرتا
ہوں، شعبہ رجال کا علم زیادہ رکھنے والے تھے۔
امام احمد بن حنبل (ت 241ھ) فرماتے ہیں:

کان شعبۃ أمة واحدة فی هذا الشأن، یعنی الرجال، وبصرۃ فی الحدیث
وتثبتہ وتنقیثہ للرجال۔ (مغنی الاخیار: ج 2 ص 26)

امام شعبہ راویان حدیث کو پرکھنے، حدیث مبارک کی بصیرت، معانی حدیث
میں غور و خوض کرنے اور رجال کی چھان بین میں فقید المثال حیثیت کے حامل ہیں۔

قوتِ حافظہ اور روایت حدیث میں احتیاط:

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ کو قوتِ حافظہ کی نعمت کا ایک وافر حصہ عطا ہوا
تھا۔ لمبی احادیث کو یاد رکھنا آپ کے لیے چنداں مشکل نہ تھا۔ ایک بار امام ابن المدینی
نے امام یحییٰ بن القطان سے پوچھا: سفیان ثوری اور شعبہ میں سے کون لمبی حدیثوں کو
اچھی طرح یاد رکھتا تھا؟ امام یحییٰ بن القطان نے جواب دیا: شعبہ اس میدان میں ان سے
بہت آگے تھے۔ (تاریخ بغداد: ج 7 ص 308)

اتنی قوتِ حافظہ اور صلاحیتِ ضبط کے باوجود روایت حدیث میں بڑی احتیاط
فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب تک ایک حدیث کو کئی کئی بار نہ سن لیتے تھے اسے آگے

نقل نہیں فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ بسا اوقات ایک ایک حدیث کا سماع بیس بیس مرتبہ بھی کرتے۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں: ما رأیت أحدا أورد في الحديث من شعبة يشك في الحديث الجيد فيتركه • (تاریخ بغداد: ج 7 ص 308)

میں نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں شعبہ سے زیادہ محتاط کسی کو نہیں پایا۔ آپ کو صحیح حدیث میں بھی شک ہو جاتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔
خود فرماتے تھے: لَأنَّ اتَّقِطْعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقُولَ لِمَا لَمْ أَسْمَعْ: سمعتُ.

(تہذیب التہذیب: ج 3 ص 168)

مجھے یہ پسند ہے کہ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں مگر یہ پسند نہیں کہ میں نے کسی حدیث کو سنا نہ ہو اور یہ کہوں کہ ”سمعت“ یعنی میں نے سنا ہے۔
احتیاط کا یہ عالم اپنے تئیں محدود نہ تھا بلکہ دوسروں کو بھی اس احتیاط کا پابند رکھنے کی پوری کوشش کرتے تھے، چنانچہ جب کسی نااہل آدمی کو حدیث کی روایت کرتے سنتے تھے تو اس کے پاس جاتے اور اس سے کہتے کہ تم حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کرنا چھوڑ دو ورنہ میں بادشاہ کے پاس تمہاری شکایت لے جاؤں گا۔

(سیر اعلام النبلاء: ج 6 ص 126)

شرفِ تابعیت:

امام شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے دو صحابہ؛ حضرت انس بن مالک اور حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہما کی زیارت کی ہے۔
(السیر للذہبی: ج 6 ص 118)

ایک قابلِ توجہ امر:

آپ کے بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کو تبع تابعین کی فہرست میں شمار کیا

ہے اور زمرہ تابعین میں ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ”صرف رؤیت صحابہ تابعیت کے لیے کافی نہیں بلکہ صحبت اور روایت حدیث بھی ضروری ہے۔“ واضح رہے کہ یہ مرجوح موقف ہے۔ ارباب تحقیق کے ہاں محض رؤیت صحابی سے تابعیت کا شرف حاصل ہو جاتا ہے، صحبت اور روایت حدیث شرط نہیں۔

چند تصریحات پیش خدمت ہیں:

1: امام ابو الفضل زین الدین العراقي (ت 806ھ) لکھتے ہیں:

الراجح الذى عليه العمل قول الحاكم وغيره فى الإكتفاء بمجرد الرؤية دون اشتراط الصحبة وعليه يدل عمل أئمة الحديث مسلم بن الحجاج وأبي حاتم بن حبان وأبي عبد الله الحاكم وعبد الغنى بن سعيد وغيرهم.

(التقييد والإيضاح: ص 300)

تابعی کی رائج تعریف وہ ہے جو امام حاکم نے کی ہے کہ تابعی بننے کے لیے صحابی کی زیارت کافی ہے، اس کی صحبت شرط نہیں۔ یہی موقف ائمہ حدیث مثلاً امام مسلم، امام ابو حاتم بن حبان، امام ابو عبد اللہ الحاکم، امام عبد الغنی المقدسی وغیرہ کا ہے۔

2: حافظ ابن حجر عسقلانی (ت 852ھ) فرماتے ہیں:

التابعى وهو: مَنْ لِقَى الصحابى..... وهذا هو المختارُ خلافاً لمن اشترط فى التابعى طول الملازمة أو صحبة السماع. (شرح نخبه الفكر: ص 134)

تابعی وہ ہے جو صحابی سے ملاقات کرے۔ یہی موقف ان لوگوں کے موقف سے مختار (رائج) ہے جو تابعی کے لیے شرط لگاتے ہیں کہ اسے صحابی سے لمبا عرصہ کی صحبت اور حدیث کا صحیح سماع حاصل ہو۔

3: علامہ عبد الحئی لکھنوی (ت 1304ھ) جمہور حضرات کے ہاں تابعی کی تعریف کو

بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ثم اعلم ان جمهور علماء اصول الحديث على ان الرجل بمجرد اللقي والرؤية للصحابي يصير تابعياً. (اقامة الحجۃ: ص 29)

جمہور علماء اصول حدیث کا موقف یہ ہے کہ آدمی صحابی سے صرف ملاقات اور اس کی زیارت سے تابعی بن جاتا ہے۔

محققین کی ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ تابعیت کے لیے صحبت و روایت شرط نہیں۔ لہذا یہی رائج ہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ تابعی ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے شرف تلمذ:

امام شعبہ رحمہ اللہ اپنے زمانے کے عظیم الشان اور یکتائے روزگار محدث تھے۔ اس عظمت کے ساتھ ساتھ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تلمذ کا تعلق آپ کی شان و شوکت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ علامہ محمد بن محمد بن شہاب الکردری (ت 827ھ) نے آپ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ اہل واسط میں شمار کیا ہے۔

(مناقب الامام الاعظم لکوردری: ج 2 ص 229)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی (ت 942ھ) نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرنے والوں کا تذکرہ کیا اور ”الشین المعجۃ“ کے عنوان کے تحت امام شعبہ بن الحجاج کو بھی اس فہرست میں ذکر کیا۔ (عقود الجمان: ص 139)

علامہ ابو المؤید محمد بن محمود الخوارزمی (ت 665ھ) نے ”جامع المسانید“ میں اس تلمذ کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا ہے: يقول اضعف عباد الله: وشعبة رحمه الله تعالى مع انه من شيوخ اكثر شيوخ البخاري و مسلم يروى عن الامام ابى حنيفة رضى الله عنه في هذه المسانيد. (جامع المسانيد: ج 2 ص 479)

اللہ کا ناناواں بندہ (الخوارزمی) کہتا ہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ باوجودیکہ

امام بخاری اور امام مسلم کے اکثر شیوخ کے شیخ ہیں، وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ان مسانید میں روایت کرتے ہیں۔

نیز اس کتاب ”جامع المسانید“ میں انہوں نے امام شعبہ کے طریق سے کچھ روایات نقل کی ہیں۔ مثلاً حدیث نمبر 5559، 5560 وغیرہ

اسی تعلق کا نتیجہ تھا کہ آپ امام صاحب کا تذکرہ غایت ادب کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ امام طیالسی کہتے ہیں: کان شعبۂ حسن الذکر لأبی حنیفۃ کثیر الدعاء لہ ما سمعته قط یدکر بین یدیہ إلا دعاء لہ۔ (اخبار ابی حنیفۃ وأصحابہ: ص 80- وسندہ صحیح) امام شعبہ امام ابو حنیفہ کا تذکرہ اچھے الفاظ سے کیا کرتے تھے اور آپ کے لیے کثرت کے ساتھ دعا بھی کرتے تھے۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ آپ کے سامنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ ہوا ہو اور آپ نے ان کے لیے دعائے کی ہو۔

امام شعبہ کا فقہی مذہب:

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اس لیے آپ مذہباً حنفی بھی ہیں۔ خطیب بغدادی (ت 463ھ) اپنی سند کے ساتھ صالح بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: کان شعبۂ بصریاً مولیٰ الأزود مولدہ ومنشأہ واسط وعلمہ کوفی۔ (تاریخ بغداد: ج 7 ص 302)

شعبہ بصری تھے اور ازد قبیلہ کے مولیٰ، ان کی پیدائش اور نشوونما واسط میں ہوئی اور ان کا علم کوفی تھا۔

صرف یہی نہیں کہ ان کا علم کوفی تھا بلکہ علامہ ذہبی (ت 748ھ) نے حماد بن سلمہ کے ترجمہ میں ”ہدبہ“ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: وکان شعبۂ رأیہ رأی الکوفیین۔ (میزان الاعتدال: ج 1 ص 544) کہ امام شعبہ کوفی المذہب تھے۔

زہد و تقویٰ اور خوفِ آخرت:

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ کی زندگی علم و عمل اور زہد و تقویٰ کے حسین امتزاج سے متصف تھی۔ امام یحییٰ بن معین آپ کو ”امام المتقین“ فرمایا کرتے تھے۔

(مغانی الاخیار: ج 2 ص 26)

نماز نہایت خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے۔ ابو قطن کا بیان ہے: ما رأیت شعبۃ قدر کع إلا ظننت أنه نسی ولا سجد إلا قلت نسی۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج 1 ص 145)

کہ شعبہ جب رکوع یا سجدہ کرتے تھے کہ مجھے گمان ہوتا تھا کہ شاید یہ بھول گئے ہیں، اس لیے اتنی تاخیر ہو رہی ہے۔

ابو بحر البکراوی کہتے ہیں: ما رأیت أحدا أعبده الله من شعبۃ، لقد عبد الله حتى جف جلدہ علی عظمہ واسود۔ (سیر اعلام النبلاء: ج 6 ص 120)

میں نے شعبہ سے زیادہ عبادت گزار نہیں دیکھا، کثرتِ عبادت کی وجہ سے نہایت ہی کمزور اور نحیف ہو گئے تھے اور چہرہ کا رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔

دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے: إذا کان عندی دقیق وقصب ما أبالی ما فاتنی من الدنيا۔ (سیر اعلام النبلاء: ج 6 ص 119)

اگر میرے گھر میں آٹا اور پانی پینے کا برتن موجود رہے تو مجھے اور کسی چیز کے نہ ہونے کا کوئی غم نہیں ہے۔

وفات حسرتِ آیات:

علم و عمل، جود و سخا، عبادت و ریاضت اور فکرِ آخرت جیسی گنا گوں صفات کا مالک اور آسمان علوم حدیث کا یہ درخشاں آفتاب سن 160 ہجری میں غروب ہو گیا۔

(سیر اعلام النبلاء: ج 6 ص 128، تہذیب الکمال للزمزلی: ج 4 ص 592 وغیرہ)

آپ کی وفات کی خبر سن کر امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: مات الحدیث۔ (تہذیب التہذیب: ج 3 ص 168) حدیث کا علم آج ختم ہو گیا۔

انا لله وانا اليه رجعون

مشہور محدث محمد الحجاہی کہتے ہیں کہ جب امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو میں نے سات دن بعد آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ مشہور زمانہ محدث امام مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں اور دونوں پر نور کی ایک ایک قمیص تھی۔ میں نے کہا: ابو بسطام! اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمانے لگے: اللہ نے بخش دیا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا سبب بنا؟ فرمایا: روایت حدیث میں صدق سے کام لینے، حدیث کی نشر و اشاعت کرنے اور امانتِ علم کو آگے پہنچانے کی وجہ سے۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

حَبَانِي إلهِي فِي الْجَنَانِ بِقُبَّةٍ
شَرَابِي رَحِيقٌ فِي الْجَنَانِ وَحَلِيتِي
وَنَقْلِي لِثَامُ الْحَوْرِ وَاللهُ خَصَنِي
وَقَالَ لِي الرَّحْمَنُ: يَا شُعْبَةُ الَّذِي
تَنْعَمُ بِقُبْرِي إِنَّنِي عَنْكَ رَاضِي
كَفَى مِسْعَرًا عِزًّا بَأَنَّ سَيِّزُونِي

لَهَا أَلْفُ بَابٍ مِنْ لُجَيْنٍ وَجَوْهَرُ
مِن الدَّهَبِ الْإِبْرِيذِ وَالثَّجَّاجُ أَزْهَرُ
بَقْصِرٍ عَقِيقٍ تُرْبَةُ الْقَصْرِ عَنَبَرُ
تَبَخَّرَ فِي بَجْعِ الْعُلُومِ فَأَكْثَرُ
وَعَنْ عَبْدِ الْقَوَامِ بِاللَّيْلِ مَسْعَرُ
فَأُكْشِفُ حُجْبِي ثُمَّ أَدْنِيهِ يَنْظُرُ

(سير اعلام النبلاء: ج 6 ص 125)

1: میرے پروردگار نے جنت میں مجھے ایسا محل عطا کیا ہے جو چاندی اور جواہرات کے ہزار دروازوں سے مزین ہے۔

2: جنت میں میری خاطر مدارت خالص شراب سے کی جاتی ہے جس میں مشک کی آمیزش ہے، میں خالص سونے کے زیورات پہنتا اور سر پر چمکدار تاج سجاتا ہوں۔

- 3: شراب کے ساتھ بطور میوہ حوروں کے نقاب (یعنی حسین چہروں) سے لطف و اندوز ہوتا ہوں، اللہ نے مجھے سرخ موتی سے بنا محل عطا کیا ہے جس کی مٹی عنبر کی ہے۔
- 4: خدائے رحمن نے مجھے فرمایا: شعبہ! تو نے تمام علوم میں خوب مہارت حاصل کی۔
- 5: اب میری قربت کی لذتوں سے خوب لطف حاصل کرتے رہو، میں تم سے اور راتوں کو قیام کرنے والے اپنے بندے مسعر سے راضی ہوں۔
- 6: مسعر کی عزت افزائی کے لیے یہی اعزاز کافی ہے کہ عنقریب وہ میری زیارت کرے گا، جب میں حجاب اٹھاؤں گا اور اس کے قریب ہوں گا تو وہ مجھے دیکھ سکے گا۔

تصانیف:

مؤرخین نے امام شعبہ رحمہ اللہ کی دو تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

- (1): تفسیر القرآن الکریم علوم قرآن کی ترویج و اشاعت کے لیے آپ نے یہ تفسیر لکھی تھی۔ صاحب کشف الظنون (ج 1 ص 451) نے ”تفسیر شعبہ بن الحجاج“ کے نام سے اس تفسیر کا ذکر کیا ہے۔ عصر حاضر میں سے عمر رضا کمالہ نے بھی ”معجم المؤلفین“ (ج 4 ص 301) میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ تفسیر اب چھپی ہوئی میسر نہیں ہے اور نہ ہی امام شعبہ رحمہ اللہ کے جدید تذکرہ نگاروں نے اس کی طباعت کی کوئی بات کی ہے۔ آپ کی اس تالیف سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ دوسری صدی کے ابتدائی زمانہ ہی سے علم تفسیر کی بھی تدوین شروع ہو گئی تھی۔

- (2): کتاب الغرائب فی الحدیث

علامہ زرکلی اور شیخ عمر رضا کمالہ نے اس کا تذکرہ آپ کی تصنیف کے طور پر

کیا ہے۔ (الاعلام للزرکلی: ج 3 ص 164، معجم المؤلفین لعمر رضا کمالہ: ج 4 ص 301)

لیکن اس کی طباعت بھی ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکی۔

نتیجہ سہ ماہی امتحان 1436ھ

مرکز اہل السنۃ والجماعت 87 جنوبی سرگودھا

درجہ تخصص فی التحقیق والدعوة

نمبر شمار	نام	کل نمبر	حاصل کردہ نمبر	پوزیشن
1	مولانا عبد الغفار	400	402	اول
2	مولانا احسان اللہ	400	401	اول
3	مولانا شاہنواز	400	400	اول
4	مولانا سعد اللہ	400	400	اول
5	مولانا عنایت اللہ	400	399	دوم
6	مولانا محمد حسین	400	397	سوم
7	مولانا مراد علی	400	397	سوم

درجہ ثانویہ عامہ

نمبر شمار	نام	کل نمبر	حاصل کردہ نمبر	پوزیشن
1	کاشف الرحمان	600	548	اول
2	ابوسفیان	600	409	دوم
3	شفیق معاویہ	600	373	سوم

درجہ اولیٰ

نمبر شمار	نام	کل نمبر	حاصل کردہ نمبر	پوزیشن
1	شریف اللہ	400	400	اول
2	حمزہ فیاض	400	397	دوم
3	محمد بشارت	400	381	سوم

درجہ متوسطہ سوم

نمبر شمار	نام	کل نمبر	حاصل کردہ نمبر	پوزیشن
1	عبدالرؤف	600	598	اول
2	محمد اسحاق	600	595	دوم
3	اسد اللہ	600	565	سوم

درجہ متوسطہ اول

نمبر شمار	نام	کل نمبر	حاصل کردہ نمبر	پوزیشن
1	سمیع اللہ	500	500	اول
2	ذوالقرنین	500	433	دوم
3	عرشمان	500	415	سوم

نوٹ: درجہ حفظ و ناظرہ میں 32 طلباء نے کل 100 نمبر حاصل کیے ہیں۔

لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانان گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے اندرون و بیرون ممالک کے مختلف مسلکی اسفار اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

☆ مرکز اہل السنۃ والجماعت (خانقاہ اشرفیہ اختریہ) میں 4 دسمبر بعد نماز مغرب تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے لیے متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کا اصلاحی بیان ہوا جس میں حضرت الشیخ کے مریدین، متوسلین اور عوام الناس نے شرکت کی۔ آپ نے مخلوق خدا کو چاروں سلاسل میں بیعت بھی فرمایا۔

☆ مرکز اہل السنۃ والجماعت میں عظیم سیاسی و سماجی شخصیت جناب چوہدری حامد حمید M.N.A سرگودھا تشریف لائے اور مرکز کے مختلف شعبہ جات کا وزٹ کیا بعد ازاں انہوں نے مولانا کی علمی دینی اور مذہبی خدمات کو خوب سراہا۔

☆ علامہ خالد محمود سومرو کی مظلومانہ شہادت کے حوالے سے سرگودھا میں احتجاجی مظاہرے میں متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کا اظہار تعزیت۔

☆ مرکز اہل السنۃ والجماعت میں تیسرا سالانہ علماء اجتماع منعقد ہوا جس میں ملک بھر سے علماء کرام کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور مولانا محمد الیاس گھمن کی ہدایات کے مطابق وقت کے تقاضوں کے مطابق دینی راہنمائی کرنے کا عزم کیا۔

☆ مرکز اہل السنۃ والجماعت میں سیاسی و سماجی شخصیت جناب عبدالرزاق ڈھلوں M.P.A سرگودھا تشریف لائے اور مرکز کے مختلف شعبہ جات کا وزٹ کیا بعد ازاں انہوں نے مولانا کی علمی دینی اور مذہبی خدمات کو خوب سراہا۔

ماہنامہ فقیہ ملنے کے پتے

فون نمبرز	علاقہ	ایجنسی ہولڈرز
03342028787	کراچی	دارالایمان
03339217613	پشاور	تحسین اللہ
03132317090	آزاد کشمیر	قاضی نوید حنیف
03005664817	کبیر والا	مولانا سلیم معاویہ
03356351893	ڈیرہ غازی خان	مولانا محمد صدیق
03336836228	میانوالی	مولانا محمد عثمان
03077375075	اٹک	مولانا عمر خطاب
03449251287	کوہاٹ	رحمت اللہ
03153759031	لاہور	مولانا خالد زبیر
03335912502	چکوال	مولانا خالد زبیر
03363725900	واں بھجراں	ضیاء الرحمن
03136969193	اوکاڑہ	مولانا محمد دلاور
03008091899	قصور	مولانا عبد اللہ قمر
03212374824	حافظ آباد	مولانا عبد اللہ شہزاد
03338639255	سیالکوٹ	عبدالوکیل عزیز

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808



مرکز اہل السنّت والجماعت

زیر سرپرستی

محمد الیاس گھمن

ایک ادارہ، ایک تحریک

شعبہ جات

شعبہ حفظ القرآن الکریم

ایک سالہ تخصص فی التحقیق والدعوة (برائے فضلاء کرام) ماہ شوال تا ماہ شعبان

بارہ روزہ دورہ تحقیق المسائل (برائے طلبہ عظام) ماہ شعبان

تین روزہ تحقیق المسائل کورس (برائے عوام الناس)

ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات شام تا اتوار صبح ۱۰ بجے

ماہانہ مجلس واصلاحی بیان (برائے مریدین وسالکین)

ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات مغرب تا عشاء

قافلہ حق (سہ ماہی) - فقیہ (ماہنامہ) - بنات اہل السنّت (ماہنامہ برائے خواتین)

مکتبہ اہل السنّت والجماعت

(فکری وفنریاتی کتب، پوسٹرز، آڈیو کیسٹس اور سی ڈیز کی ترسیل کیلئے)

مرکز اصلاح النساء (خواتین اور بچیوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا ادارہ)

احناف میڈیا سروس www.ahnafmedia.com

(پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اسلامک کلچر کے فروغ کیلئے)

احناف ٹرسٹ (مندرجہ بالا تمام شعبہ جات میں مالی معاونت کیلئے)

ان تمام شعبہ جات میں مرکز کے ساتھ زکوٰۃ، عشر، صدقات کی مد میں تعاون فرمائیں

بنام محمد الیاس

اکاؤنٹ نمبر
14010100725862

میزان بینک سرگودھا

خط و کتابت مرکز اہل السنّت والجماعت، 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا